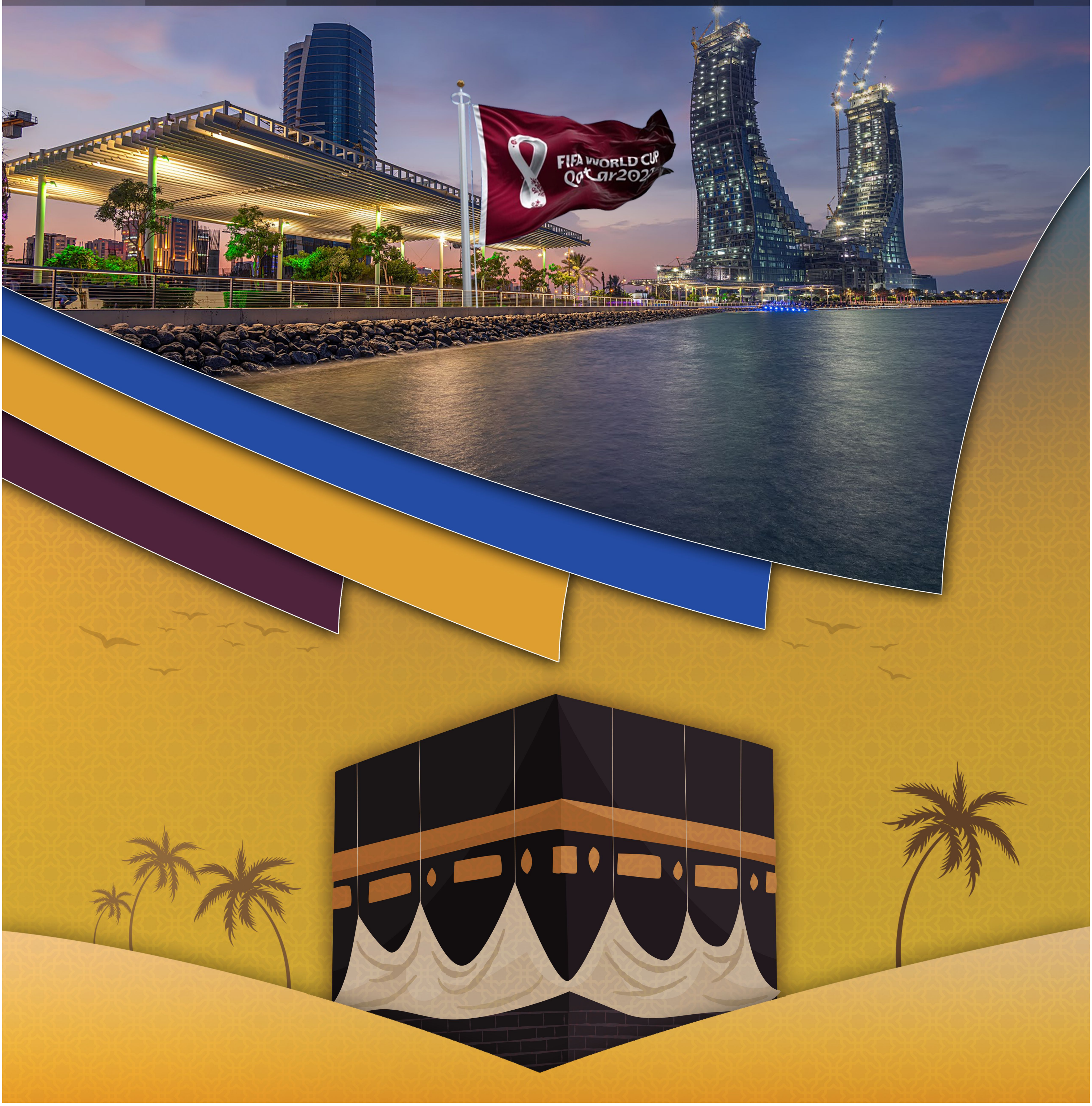
ماهنامه

صراطِ مستقیم

برمنگھم

January 2023



وَمَن يَعْتَصِم بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ

صراطِ مستقیم برمنگھم

بیاد

مولانا فضل کریم عاصم رحمہ اللہ

مولانا محمود احمد میرپوری رحمہ اللہ

Vol: 43 No. 03 January 2023

Jumada al-Thani/ Rajab 1444 AH

جلد: 43 شمارہ: 03 جنوری 2023ء

جمادی الثانی/رجب 1444ھ

فہرست مضامین

Correspondence Address:

SIRAT-E-MUSTAQEEM

20 Green Lane, Small Heath,

Birmingham B9 5DB

Tel: 0121 773 0019

Fax: 0121 766 8779

ناشر: مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ

Markazi Jamiat Ahl-e-Hadith UK

www.mjah.org.uk/siratemustaqeem

E-mail: info@mjah.org.uk



قطر کی جیت

مولانا محمد عبدالہادی عمری مدنی

تندی بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

20/ نومبر 2022ء اتوار کا دن تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ ان شاء اللہ

اس دن دنیا کی نظریں ریاست قطر پر لگی ہوئی تھیں، خاص طور پر مغربی ممالک کے عوام، دانشور اور میڈیا کی، ہر ایک چاہتا تھا کہ انہونی انہونی ہی رہے، ہونی میں تبدیل نہ ہو جائے، لیکن قطری حکومت نے اس انہونی کو واقعہ بنانے کا فیصلہ کر رکھا تھا، اس دن مختلف ایشوز میں بڑے بڑے پنڈتوں کو المناک اور ذلت آمیز رسوائی اور شکست سے دو چار ہونا پڑا۔ فیفا کی جانب سے ورلڈ کپ فٹبال ٹورنمنٹ کا وقت مقررہ پر ریفری نے سیٹی بجا کر پہلے میچ کا باقاعدہ آغاز کر دیا، ریفری کی سیٹی اگرچہ بظاہر دو ٹیموں کے درمیان میچ شروع کرنے کی علامت تھی لیکن درحقیقت یہ قطر کی کامیابی اور فتح کی سیٹی تھی، اس سیٹی کے ساتھ ہی قطر کی تاریخ فتح کا اعلان ہو گیا اور مخالف پنڈتوں کی پیشین گوئیاں ناکام ہو گئیں، مغربی میڈیا کا زہریلا پروپیگنڈہ ملیامیٹ ہو گیا حتی کہ بی بی سی سمیت مختلف عالمی چینلز نے افتتاحی تقریب کا بائیکاٹ کر رکھا تھا جسے دکھانے کے لیے ہمیشہ بڑے جتن کئے جاتے تھے، کیونکہ ان کی توقعات سے کہیں بڑھ کر قطر کو کامیابی مل رہی تھی، ان کی خواہشات کے برعکس یہاں کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش نہیں آیا جسے بریکنگ نیوز کے طور پر وہ دکھانا چاہتے تھے، اس سے یہ حقیقت بھی آشکار ہو گئی کہ میڈیا کتنا آزاد اور کتنا متعصب ہے ریفری کی سیٹی بجتے ہی معاندین کی رال ٹپکنے لگی اور قطر کی کامیابی کا پرچم لہرانے لگا، اس سیٹی کے ساتھ ہی مخالفین کی نظریں جھک گئیں اور خیر خواہوں کی نگاہوں میں فتح و کامرانی کی چمک دکھائی دینے لگی، ریفری نے سیٹی بجائی اور بعض میڈیا کی اینکرز کے گلے خشک ہو گئے ان کی آواز حلق ہی میں اٹک کر رہ گئی کیونکہ انہوں نے تیاری کر رکھی تھی کسی حادثہ یا ناکامی کی خبر دینے کے لیے لیکن یہاں توزائرین اور شائقین کی امیدوں سے زیادہ کامیابی دکھائی دے رہی تھی، اگرچہ کہ اس پہلے میچ میں قطری فٹبال ٹیم کو شکست ہوئی جو کہ کسی بھی میچ کا حصہ ہے ٹیم کی یہ شکست ہمارے لیے اہمیت نہیں رکھتی اور نہ ہی فٹبال ہماری دلچسپی کا موضوع ہے۔ ہم ذاتی طور پر کھیل کو صرف کھیل ورزش اور تفریح طبع کی حد تک ہی رکھنے کے قائل ہیں کیونکہ چیزیں جائز حدود میں رہیں ان کا فائدہ ہی فائدہ ہے کوئی بھی چیز حدود سے تجاوز کر جائے تو اس کے منفی اثرات مرتب ہونا شروع ہو جاتے ہیں، تاہم اس میچ کی اہمیت اس حیثیت سے بھی زیادہ ہے کہ اکثر مغربی ممالک ان کا آزاد میڈیا اور بعض مشرقی بہی خواہوں نے ان مقابلوں کے خلاف سخت اشتعال انگیز اور منفی پروپیگنڈہ شروع کر رکھا تھا، بارہ سال قبل جس وقت یہ اعلان کیا گیا 2022ء کا ٹورنامنٹ قطر میں ہو گا، اس وقت سے قطر، اسلامہ، مسلمان، عرب کلچر کے خلاف توپوں کے دھانے کھول دیئے گئے تھے، اور جوں جوں تاریخ قریب آ رہی تھی اس پروپیگنڈہ میں تیزی آتی گئی۔ قطر میں ہونے والے انسانی مظالم، اظہار رائے پر پابندی اسلامی تعلیمات جیسے عنوان سے مشق ستم بنے رہے، ایک طرف تاریخ قریب آ رہی تھی دوسری طرف تندی مخالف شدید تر ہو رہی تھی حتی کہ اندیشہ ہو چلا تھا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ مخالفتوں کے طوفان اور تلاطم خیز موجوں سے قطر اپنی کشتی پار لگا سکے گا، لیکن قطری حکومت کے آہنی عزم نے مغربی فولادی پروپیگنڈہ کو پگھلا کر رکھ دیا ٹورنامنٹ کی میزبانی کا قرعہ جب قطر کے نام نکلا اس وقت ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ دوحہ قدیم طرز کا ایک مختصر سا شہر ہے، وہاں عالمی مقابلہ کا انعقاد کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ لیکن اس قلیل عرصہ میں تجزیہ نگاروں کی توقعات کے برخلاف دوحہ کو دولہن کی طرح حمل و نقل وغیرہ وغیرہ جیسے بڑے پروجیکٹ 10 سال کے قلیل عرصہ میں مکمل کر لیے گئے اور دوحہ کو ترقی یافتہ شہروں کی فہرست میں لا کھڑا کر دیا گیا تو اعتراضات کا رخ قدرے موڑ کر کہا جانے لگا کہ یہ دولت کا ضیاع ہے اتنی دولت اس پر کیوں خرچ کی گئی، لیکن قطری حکومت نے یہ دولت صرف میچ کی تیاری یا اسٹیڈیم کی تعمیر پر نہیں خرچ کی بلکہ شہر کو ماڈرن ترقی یافتہ ممالک کی فہرست میں شامل کرنے کے لیے خرچ کی جس کی افادیت تا دیر برقرار رہے گی۔ تاہم اگر کہیں کوئی شخص، قوم یا ملک اسراف اور فضول خرچی کرے تو وہ غلط ہے کیونکہ ہمیں اسراف کی اجازت نہیں دی گئی چاہے وہ شخصی اور انفرادی زندگیوں میں ہو یا ملکی اور اجتماعی امور میں، پھر یہاں حقوق انسانی کی تنظیمیں میدان میں کود پڑیں کہ قلیل عرصہ میں بڑے پروجیکٹ مکمل کرنے کے لیے مزدوروں کو خوب تھکایا گیا اور بعض تو جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے، بلاشبہ کسی ایک انسان پر ہونے والا ظلم انتہائی تکلیف دہ ہے اور اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا لیکن حقوق انسان کی یہ باتیں ان کے منہ سے عجیب

لگتی ہیں جن کے ممالک میں فلسطین میں ہونے والے مظالم کا ذکر بھی معیوب قرار دیا جاتا ہے بلکہ قابل مواخذہ جرم ہے ،جو ہر ماہ میں ہونے والی خونچکاں داستاں سننے اور دیکھنے کے باوجود چپ سادھے رہے۔عراق،شام اور افغانستان کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا گیا وہاں سب کی اپنی اپنی مصلحتیں سامنے آتی ہیں، کبھی عرب کلچر خصوصاً اسلامی اقدار کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا، لیکن اس مسئلہ میں قطری حکومت کی جرأت اور حوصلہ کو سلام پیش کرنا چاہئے،انہوں نے مخالفتوں کی آندھیوں میں اسلام کا چراغ جلائے رکھا۔ معذرت خواہانہ اسلوب نہیں بلکہ خم ٹھونک کر میدان میں اتر آئے اور مخالفین کو للکارا کہ ہم اٹھائیس روزہ میچیس کے لیے اپنے عقائد ، نظریات اور تہذیب سے سمجھوتہ نہیں کرسکتے، دنیا سن لے کہ ہم مسلمان ہیں ہماری اپنی تہذیب اور شناخت ہے، میچز کے دوران بھی عوامی جگہوں پر شراب نوشی اور جنسی بے راہ روی کی اجازت نہیں دی جاسکتی، ہم جنس پرستی کو نہ صرف ہم بلکہ تمام مذاہب عالم غلط سمجھتے ہیں ۔"ہم گے اور لیز بین" کلچر کی علامت لوگو کی نمائش کی بھی اجازت نہیں دے سکتے ،کسی ٹیم یا کھلاڑی کو اجازت نہیں ہوگی کہ وہ اپنے لباس پر ہم جنس پرستی کا لوگو لگا کر میدان میں اترے، جرمنی کے کھلاڑیوں نے اس پر خوب واویلا کیا لیکن منتظمین اپنے اصولوں پر جمے رہے، گویا یہ جراتمندانہ اعلان تھا کہ تم ہماری دولت کے محتاج ہو ہم تمہارے کلچر کے ضرورتمند نہیں،افتتاحی پروگرام سے دو روز قبل فیفا کے چیرمین مسٹر جیانی انفینٹو نے عالمی پریس کانفرنس میں جن خیالات کا اظہار کیا وہ ناقدین کے منہ پر زنائے دار طمانچہ سے کم نہیں ،ہم ان کی ہی گفتگو کا خلاصہ پیش کرنا کافی سمجھتے ہیں کیونکہ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے گواہی وہ جو ان ہی کے منھ سے نکلے، انہوں نے قطر کو حقوق انسانی اور اخلاقی درس دینے والے یورپی باشندے اگر چیکہ میں خود بھی یورپین ہوں وہ دنیا کے مختلف لوگوں کے ساتھ گزشتہ 3 ہزار سال سے جو کچھ کرتے چلے آئے اور آرہے ہیں انہیں آئندہ 3 ہزار سال تک معذرت کرنی چاہئے،پھر زیب دیتا ہے کہ دوسروں کو اخلاقیات کا درس دیں۔ ورنہ یہ منافقت ہوگی،مزدوروں کے حقوق جو یورپ میں اور وہاں ان کی جو حالت ہے،قطر میں حالات اس سے زیادہ مختلف نہیں قطر ٹورنامنٹ کے لیے ہر طرح تیار ہے بلکہ شائقین کی میزبانی پچھلے میچیس کے مقابلہ میں بہتر ہوگی۔

افتتاحی پروگرام میں امیر قطر ،ان کے والد گرامی، سعودی ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان ،ترکی صدر طیب اردگان وغیرہ وغیرہ کو ایک صف میں بیٹھا دیکھ کر ناقدین کو کئی جوابات سے مل گئے ہوں گے اور ان ریسرچ اسکالروں کو بھی جو شخصی، ملکی اور سرحدی اختلافات کو مسلک ،فقہ اور عقائد کے ابواب میں تلاش کیا کرتے ہیں، اور جواز یا عدم جواز کا فتوی صادر کرنے میں عجلت پسندی کا مظاہرہ کرتے ہیں،شاہ سے بڑھ کر شاہ کی وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے اس کو حق وباطل کا رنگ دینے کی کوشش کرتے ہیں ،اس میں سب کے لیے سبق ہے کہ ان بڑوں کے درمیان اختلافات کی بنیاد عموماً عقائد، دینی اصول اور عبادات کے مسائل نہیں بلکہ سیاسی اور شخصی مصلحتیں ہوتی ہیں،اسی لیے باہمی رنجش ہوتے ہی ایک دوسرے کے پاسپورٹ سے تک نفرت دکھائی دینے لگتی ہے پھر مصالحت ہوتے ہی اسی رنگ کے پاسپورٹ کے حاملین کو سرحد پر کھڑے پھول پیش کرتے دکھائی دیں گے، حالانکہ کسی عقائد اور اعمال میں تبدیلی نہیں ہوتی، لہٰذا ان بڑوں کے جھگڑوں میں کود پڑنے اور تفسیر واحادیث کی کتابیں کھنگالنے والوں سے گزارش ہوگی کہ اب ان سب کو ایک ہی صف میں بیٹھے دیکھ کر کون کونسی کتابوں کی ورق گردانی کیجئے گا ،ہمیں چیزوں کو دیکھنے اور سمجھنے کے زاویہ نظر کو درست کرنے کی ضرورت ہے۔

اسلامی اصول اتنے ٹھوس ہیں کہ وہ کسی شخصی یا ملک کے گرد نہیں گھومتے ،ہماری دین پسندی شخصیات یا ممالک کے گرد گھومتی نہ دکھائی دے، جہاں سے بھی کوئی خیر ملے اسے قبول کریں اور جہاں شر ہو اس سے اجتناب کریں، اس وقت کوئی ملک یا شخص ہمارے لیے اسوہ کامل نہیں،ہمارے پیش نظر "خذ ما صفا ودع ما کدر" کا اصول اور فارمولہ ہونا چاہئے۔

پروگرام کی افتتاحی نشست جسے براہ راست دیکھنے کے لیے نئے تعمیر شدہ اسٹیڈیم میں تقریباً 60 ہزار سے زیادہ شائقین جمع تھے اور میڈیا کے دوش پر شامل ہونے والے دنیا بھر میں کروڑوں لوگ مشتاق تھے، منتظمین نے اس تقریب کو نہ صرف یادگار بلکہ معنی خیز بنانے کے لیے جو پروگرام مرتب کیا تھا اس کی نظیر ابھی تک کسی عالمی میچ میں نہ دیکھنے میں آئی اور نہ ہی سننے میں،ناقدین اور مویدین سب تسلیم کرتے ہیں کہ یہ ایک منفرد نوعیت کا پروگرام تھا، دنیائے فلم ہالی ووڈ کے بادشاہ مورگین فری مین کو جن کا نام ہی پروگرام کی کامیابی کی ضمانت اور شائقین کی دلچسپی کی علامت سمجھا جاتا ہے، جن کی ہاٹ دار قدرتی آواز کی نقالی کو لوگ باعث اعزاز سمجھتے ہیں اسٹیج پر اس طرح نمودار ہوئے کہ ایک معذور اور ناتواں نوجوان کے سامنے فرش پر بیٹھ کر دریافت کرنے لگے کہ دنیا کے مختلف انسانی رنگ وبو ،خاندان اور زبانوں کے اختلافات کے باوجود باہمی پیار ومحبت کے ساتھ کیسے زندگی بسر کرسکتے ہیں،اس چبھتے ہوئے نازک سوال کا معذور اور ناتواں قطری نوجوان غانم المفاتح جو پیدائشی معذور ہے اس کے جسم کا نچلا دھڑا نہیں ہے اس نے مسکراتے ہوئے قرآن مجید کی ایک آیت سے جواب دیا سورۂ حجرات آیت 13 ﴿ یَا أَیُّهَا

النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ ﴾ اس آیت کے مقابلہ میں بڑے بڑے لیکچرز اور تحقیقاتی اداروں کی ریسرچ نظر آئے گی، جواب سن کر ایک بڑانامور شخص اپناہاتھ اخوت انسانی سے سرشار کمزور کے ہاتھ میں دینے پر مجبور ہوگیا، اس مکالمہ کو عالمی انگریزی میں جب کروڑوں لوگوں نے دیکھا اور سنا انہیں اپنی مشکلات اور پریشانیوں کا موثر حل قرآن مجید کی اس ایک آیت میں دکھائی دینے لگا، اگر کتاب ہدایت کی ایک آیت اتنی اثر انگیز، ٹھوس اور فطرت کے عین مطابق ہے تو ساری کتاب کتنی موثر ہوگی۔ نہیں معلوم یہ ایک آیت کتنوں کی ہدایت کا ذریعہ بنے گی، پروگرام کے آغاز میں اس ایک آیت کو اتنے مؤثر تمثیلی اسلوب میں پیش کیا گیا کہ دنیا کے ایک ایسے شخص کو جو شہرت، دولت اور عزت کی چوٹی پر ہے اس آیت قرآنی کی صداقت کو تسلیم کرتے ہوئے کچھ یوں دکھایا گیا کہ مختلف اخباروں نے یہاں تک سرخی لگادی کہ شاید فری مین نے اسلام قبول کرلیا ہے، اس نے اسلام قبول کیا یا نہیں لیکن آیت قرآنی کی حقانیت کے سامنے سر تسلیم خم تو کر دیا۔

اس تاریخی تقریب کو تعارف اسلامی کا ذریعہ بنانے کی بھی سعی مشکور کی گئی، مساجد، ائمہ اور مؤذنین کے لیے ہدایات جاری کی گئیں کہ مساجد کے دروازے غیر مسلموں کے لیے کھلے رہیں، انہیں دین کے متعلق ضروری معلومات اور مواد مختلف زبانوں میں فراہم کرنے کا بندوبست رہے، مشہور داعیان دین اور کچھ مبلغین کو بطور خاص مدعو کیا گیا، ڈاکٹر ذاکر نائیک جن کے داخلہ پر کئی مغربی اور مشرقی ممالک نے پابندی عائد کررکھی ہے، اظہار خیال کی آزادی کے دعویداروں نے ان کا ویزا کینسل کردیا۔ جن کے ٹی وی چینل پیس ٹی وی پر قدغن لگا رکھی ہے، قطری حکومت نے اس مناسبت سے انہیں مدعو کرکے معاندین کو بھرپور جواب دیا کہ اس شخص کے داخلہ اور بات کرنے پر پابندی کیوں؟ جو کہتا ہے: ربی اللہ، جو اللہ کی کبریائی اور بڑائی کا اعلان کرتا ہے جو مخلوق کو خالق حقیقی کا راستہ دکھارہا ہے، چنانچہ میچ اور تفریحی مشاغل کے لیے جمع ہونے والے متلاشیان حق کی توجہ ادھر بھی موڑدی گئی، اور کئی سلیم الفطرت نے برضا ورغبت قبول حق کا اعلان کیا، غور کرنے والوں کے لیے ذاکر نائیک کی موجودگی قطر میں ایک جواب بھی ہے کہ جن ممالک میں ان کے داخلہ پر پابندی لگائی گئی لیکن خود وہاں کے باشندے ان چرنوں میں آ گرے۔ جو وہاں پہنچے تو تھے عارضی سکون اور وقتی تفریح کے لیے لیکن انہیں اسلام کی صورت میں دائمی سکون اور مستقل راحت کا نسخہ ہاتھ لگ گیا۔

پاسبان مل گئے کعبہ کو صنم خانہ سے

قطر نے پہلے دن سے جس بات کا اعلان کر رکھا تھا آفرین ہے ان کے جذبۂ صداقت اور دین پسندی کو کہ انہوں نے اخیر تک اپنے نظریات اور اصولوں سے سمجھوتہ نہیں کیا، حتی کہ فائنل میچ جو کہ شراب نوشی اور رقص وسرور کے لیے نمایاں حیثیت رکھتا ہے، اس تاریخی موقع پر بھی کسی کو سرعام شراب نوشی اور جنسی بے راہ روی کی اجازت نہیں دی گئی، اور فاتح عالم ٹیم ارجنٹینا کو جب اسٹیج پر بلایا گیا، یہ وہی عالمی چیمپین ہے جنہیں پہلے میچ میں سعودی عرب کی ٹیم نے شکست سے دوچار کرکے میدان فٹبال کے ماہرین کو ششدر کردیا تھا جسے میچ کی طویل تاریخ کا انوکھا واقعہ قرار دیا گیا کہ مقابلہ کے میدان میں کسی بھی نتیجہ کی توقع کی جاسکتی ہے، عام طور پر اس پر مسرت موقع پر فاتح ٹیم کو ٹرافی کے ساتھ شراب کی بڑی بوتل شامپین پیش کی جاتی ہے جسے کھلاڑی حرکت دے کر جب کھولتے ہیں تو شراب فوارہ کی شکل میں نکلنے لگتی ہے اور سارے کھلاڑی اس آب نشاط انگیز سے اپنے حلق اور جسم کو تر کرنے لگتے ہیں لیکن یہ پہلا موقع ہے کہ کامیاب کھلاڑیوں کو میڈل اور ٹرافی سے نوازا گیا اور ٹیم کے کپتان میسی کو شراب کی بوتل کے بجائے عربی عبایہ پہنایا گیا جسے مشلہ کہا جاتا ہے، یہ کسی بھی شخصیت کے لیے احترام کا عربی تہذیب کے مطابق اعلیٰ مظاہرہ ہوتا ہے، بلکہ اسلامی تہذیب میں جبہ ودستار کی مسلمہ حیثیت رہی ہے۔

یوں قطر نے کپتان کو جبہ پہنا کر مزید ایک نیا باب رقم کیا، اسلاموفوبیا کے پروپیگنڈہ کا شکار میڈیا کو عملی جواب دیا گیا، جس تہذیب کے خلاف زہر افشانی کی جا رہی تھی فاتح عالم کو اسی لباس میں ملبوس کرکے ایک نیا نمونہ قائم کیا گیا، یہ پہلا اور منفرد واقعہ ہے کہ عالمی چیمپین کے ہاتھ میں شراب کی بوتل نہیں تھمائی گئی، اسے بھی عربی جبہ میں زیب تن کرکے اپنی تہذیب اور ثقافت کی برتری کی مہر ثبت کی گئی، یہ اگر چیکہ ایک ردا ہے لیکن یہ چادر عفت وعصمت تہذیب اور شرافت کی علامت ہے۔

یوں بھی اب تو متعدد حق پسند مغربی سیاح شراب کی قباحتوں پر کھل کر بیانات دینے لگے ہیں اور مختلف خواتین نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ہم اپنے ملکوں سے زیادہ قطر میں خود کو محفوظ محسوس کررہی ہیں، اگر عوامی مقامات پر سرعام شراب نوشی کی ممانعت سے یہ مثبت اثرات دکھائی دے رہے ہیں اگر اس سے کلیۃً پرہیز کیا جائے تو کتنے مفید نتائج دیکھے جاسکتے ہیں، برطانیہ کے شعبہ صحت کی رپورٹ کے مطابق حکومت کی جانب سے فراہم کئے جانے والے بجٹ کا 40 فی صد حصہ شراب نوشی سے پیدا ہونے والی بیماریوں اور نقصانات کی روک تھام پر خرچ ہوجاتا ہے، کیا اب بھی کوئی سلیم الفطرت اس حقیقت کے تسلیم کرنے پر تردد کرسکے گا کہ یہ ام الخبائث ہے۔

زندہ آباد قطر　　پائندہ آباد قطری جرأت

☆☆☆



کاہنوں اور نجومیوں سے بچیے

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر حسین بن عبدالعزیز آل شیخ حفظہ اللہ
ترجمہ: محمد عاطف الیاس (فاضل ام القریٰ یونیورسٹی۔ مکہ مکرمہ) نظر ثانی: محمد اجمل بھٹی (فاضل مدینہ یونیورسٹی)

ہر طرح کی حمد وثنا اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے۔ ہم اسی کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں، اسی پر بھروسہ اور اعتماد کرتے ہیں اور اسی سے معافی مانگتے ہیں۔ اپنے نفس کے شر سے اور اپنے برے اعمال سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرما دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے

اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ کی رحمتیں اور سلامتی ہو آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کے اہل بیت پر۔ اے اللہ! رحمتیں، سلامتی اور برکتیں نازل فرما آپ ﷺ پر، اہل بیت پر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر۔

بعدازاں! اے مسلمانو! میں اپنے آپ کو اور آپ سب کو اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ اللہ پاک کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو، جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ تم کو موت نہ آئے، مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔“

اے مسلمانو! صحیح عقیدے کی ایک بنیادی چیز یہ پختہ یقین ہے کہ غیب کا علم اللہ کے سوا کسی کے پاس نہیں ہے۔ اللہ پاک کا فرمان ہے:

﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ﴾

”اِن سے کہو، اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا، اور وہ نہیں جانتے کہ کب وہ اٹھائے جائیں گے۔“

اے مومنو! اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر وہ شخص بہت بڑا جھوٹا اور دجال ہے جو علم غیب کا دعویٰ کرتا ہے، چاہے وہ کاہن ہو، نجومی ہو، ستاروں کو جاننے والا ہو، ہاتھوں کی لکیریں پڑھنے والا ہو، شگون نکالنے والے ہوں یا کپ گھمانے والے ہوں۔ ایسے بہت سے لوگ جھوٹ اور فریب کا سہار لیتے ہوئے زمینی حادثات کو مستقبل کی خبروں سے جوڑتے ہیں، یا ایسی چیزوں کا اندازہ لگانے کے لیے استعمال کرتے جو انسانوں سے چھپی ہوئی ہیں، جیسا کہ بعض میڈیائی چینلز پر بھی ہمیں نظر آتا ہے کہ بعض لوگ ستاروں کے احول بتا رہے ہوتے ہیں، ان کی باتیں جھوٹ پر مبنی ہوتی ہیں، طرح طرح کی شعبدہ بازی ان کی بنیاد ہوتی ہے اور یہی کاہنوں اور نجومیوں کا کام ہوتا ہے۔ ان کی باتوں کا حقیقت سے کوئی لینا دینا نہیں ہے، نہ شریعت میں ان کی کوئی گنجائش ہے۔

شریعت کے علماء متفق ہیں کہ یہ چیزیں حرام ہیں، انہیں استعمال کرنا اور انہیں سننا نا جائز ہے، کجا یہ کہ انہیں درست سمجھا جائے یا انہیں تسلیم کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنِ اقتبَسَ شعبةً من النجوم.»

”جس نے ستاروں کے علم کا کوئی حصہ سیکھا۔“

ایک دوسری روایت میں ہے:

«مَنِ اقتبَسَ علمًا من النجوم فقد اقتبس شعبةً من السحر، زاد ما زاد.»

”جس نے علمِ نجوم کا کوئی حصہ سیکھا تو اس نے جادو کا ایک حصہ سیکھا، وہ جتنا سیکھے گا، اتنا جادو ہی سیکھے گا۔“

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں فرمایا:

«من قال: مُطرنا بنوء كذا وكذا فذلك كافرٌ بي، مؤمنٌ بالكوكب.»

”جو یہ کہے: ہم پر فلاں اور فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے تو وہ میرا منکر ہے اور ستاروں پر یقین رکھنے والا ہے۔“

جب سیدنا علی خارجیوں سے جنگ کرنے کے لیے نکلنے لگے تو تمام نجومی اس بات پر متفق تھے کہ آپ کو شکست ہو گی، کیونکہ وہ برج عقرب (Scorpio) میں نکلے تھے، جیسا کہ دعویٰ کیا جاتا ہے۔ اس پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: "بل نسافر ثقةً بالله وتوكلًا على الله -جل وعلا-، وتكذيبًا لقول المنجمين."

”ہم اللہ پر توکل اور بھروسہ کرتے ہوئے اور نجومیوں کو جھٹلاتے ہوئے سفر شروع کریں گے۔“

پھر آپ نے سفر کیا، اپنے لشکر کے ساتھ فتح پائی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں نصرت اور کامیابی سے نوازا۔ اسی طرح جنگ عموریہ میں تمام نجومی اس بات پر متفق تھے کہ خلیفہ معتصم جیت نہیں سکیں گے۔ مگر خلیفہ معتصم نے ان کی بات کو جھٹلایا، اللہ پر بھروسہ کیا اور نکل گئے، تو تب بھی

مسلمانوں کو فتح ملی تھی۔

اسی پر ابو تمام نے اپنا مشہور قصیدہ کہا تھا:

السيف أصدق إنباءً من الكتب
في حَدِّه الحَدُّ بينَ الجِدِّ واللَّعِبِ

”شمشیر، نجومیوں کے صحیفوں سے زیادہ صادق ہے، اس کی دھار پر حق واضح ہو جاتا ہے اور کھیل کود کی فضول باتوں سے بھی پردہ ہٹ جاتا ہے۔“

پھر ان کے جھوٹ اور فریب کو بیان کرتے ہوئے کہا:

أين الرواية، بل أين النجوم وما
صاغوه من زخرف فيها ومن كذب
تخرُّصًا وأحاديثًا ملفَّقةً
ليست بنبع إذا عدت ولا غرب
لو بيَّنَتْ قطُّ أمرًا قبل موقعه
لم يَخْفَ ما حلَّ بالأوثان والصُّلُبِ

”کہاں ہے ان کی روایتیں؟ بلکہ کہاں گئے ان کے ستارے اور ان کے جھوٹ سے لبریز خوبصورت الفاظ، جس میں یہ گھڑی ہوئی بے بنیاد باتیں بیان کرتے تھے، جنہیں پرکھنے پر پتا چلا کہ نہ تو ان میں کوئی سچ ہے نہ کوئی طاقت۔ اگر ان کی باتوں میں مستقبل کے کسی واقعے کی خبر دینے کی سکت ہوتی، تو ان سے یہ تو نہ چھپتا کہ اس جنگ میں بتوں اور مورتیوں کا کیا حال ہونے والا ہے۔“

ایسے واقعات کہ جن میں نجومیوں کی باتیں جھوٹی ثابت ہوئیں اور ایسے مواقع کہ جنہوں نے ان کی فریب کاری کا پردہ فاش کیا، ان کے بارے میں اہل علم بیان کرتے ہیں:

"لو جمعناها لقام منها عدة أسفار"

”اگر ہم انہیں جمع کریں تو کئی کتابیں بن جائیں۔“

یعنی: یہ سب روایات ایک کتاب میں نہیں آ سکتیں، بلکہ ان کے لیے بہت سی کتابیں لکھنا پڑیں گی، تاکہ ان ساری روایات کو جمع کیا جا سکے۔

اللہ کے بندو! کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص اپنے کاموں یا فیصلوں میں ان فضول باتوں کے پیچھے لگ جائے، مگر منہ کے بل بری طرح نہ گرے، اس کی امیدیں الٹی نہ پڑیں، کیونکہ جو غیر اللہ کو سہارا بناتا ہے، کسی اور پر بھروسہ کرتا ہے، معاملات کو چلانے کے لیے کسی مخلوق پر اعتماد کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے یا اس کی وجہ سے اسے ایسا نقصان پہنچاتا ہے جو اس کی امیدوں کے بالکل خلاف ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث نبوی میں آیا ہے:

«مَنْ تعلَّق شيئًا وُكِلَ إليه» (رواه أحمد)

جو کوئی تعویذ یا منکا گلے میں لٹکاتا ہے، وہ اسی کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔“

اسلام نے بیان کیا ہے کہ ستاروں کا اصل مقصد آسمان کو زینت بخشنا ہے، اسی طرح انہیں ایسی نشانیاں بتایا گیا ہے کہ جن سے لوگ جہاتِ اربعہ کا تعین کرتے ہیں، کھیتی باڑی کے مہینے معلوم کرتے ہیں، موسموں کا پتہ لگاتے ہیں۔ رہی بات ان چیزوں کی جن میں بھٹکے ہوئے خیالات شامل ہوں، جو انسان کو غیر اللہ پر بھروسہ کرنے پر اکسائیں، مالک کائنات سے انسان کی توجہ پھیریں، کہ جو ساری مخلوقات کے معاملات چلانے والا ہے، ساری کائنات کی نگہبانی کرتا ہے، تو یہ دین حقیقی اور عقیدۂ سلیمہ کی واضح خلاف ورزی ہے۔

اللہ کے بندو! تو ان علوم سے بچو اور ان لوگوں سے چوکنے رہو کہ جن سے اکثر بے وقوف لوگ متاثر ہو جاتے ہیں، توہم پرستی کا شکار ہو جاتے ہیں اور ایسے عقائد کے قائل ہو جاتے ہیں جو نہ کسی علم صحیح پر مبنی ہیں اور نہ کسی شرعی دلیل پر قائم ہیں۔ اس طرح علم تاثیر پر یقین رکھنا بھی کھلا کفر اور واضح دلائل کا انکار ہے۔ اس عقیدے کا معنیٰ یہ ہے کہ ستارے مختلف چیزوں پر اثر انداز ہوتے ہیں، حادثات خود برپا کرتے ہیں، جیسے جنگیں اور مختلف برائیاں پیدا کرتے ہیں۔ یہ اعتقاد شرکیہ اعتقاد ہے جو تمام اہل علم کے اتفاق سے ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے۔ اسی طرح جو شخص ستاروں یا اور چیزوں کو سبب سمجھتا ہے اور ان کی حرکت، آمد ورفت اور تبدیلیوں سے حادثات کا اندازہ لگاتا ہے، اور غیب جاننے کا دعویٰ کرتا ہے یا ایسی چیزوں کا علم رکھنے کا مدعی ہوتا ہے جو ابھی واقع نہیں ہوئیں، جیسا کہ ستاروں کی گردش سے کائناتی حادثات کا اندازہ لگانا، تو یہ سراسر کفر ہے، کیونکہ اس میں علمِ غیب کا دعویٰ شامل ہے، حالانکہ غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یہ دعویٰ کرنے والا اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے کو جھٹلانے والا ہے۔

اے مسلمانو! جو نجومی، شعبدہ باز اور کاہن غیب کے علم کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں، بے وقوفوں کے مال ہتھیانے اور عقیدے برباد کرنے کے لیے ان کی عقلوں سے کھیلتے ہیں، ان کے پاس جانا، یا ان سے کوئی بات پوچھنا واضح اور قطعی نصوص کی بنیاد پر حرام ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ أتى عرَّافًا فسأله عن شيء لم تُقبَل له صلاةٌ أربعينَ ليلةً.»

”جو کسی مستقبل کی خبری بتانے کے دعویٰ دار کے پاس جا کر اس سے کچھ پوچھ لے چالیس دنوں تک اس کی نماز قبول نہیں ہو گی۔“

تو اے مسلمان! ان کے پاس جانے یا ان سے کچھ پوچھنے سے بچ جا۔ اس کی حرمت انتہائی سخت اور گناہ بہت زیادہ ہے۔

جو غیب کے کسی بھی حصے کو جاننے کا دعویٰ کرتا

ہے، وہ کاہن یا عراف شمار ہوتا ہے، یا کم از کم معنیٰ کے لحاظ سے ان کے مشابہ ہوتا ہے، اس لیے اہلِ علم اسے انہی میں شمار کرتے ہیں۔امام مسلم ﷫ نے اپنی صحیح کتاب میں سیدنا معاویہ بن حکم ﷜ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

«قلتُ: يا رسول الله، أمور كنا نصنعها في الجاهليَّة؛ كنا نأتي الكهان؟ قال: فلا تأتوا الكهان.»

”میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! جاہلیت میں ہم کچھ کام کیا کرتے تھے۔جیسا کہ ہم کاہنوں کے پاس جایا کرتے تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا: اب تم کاہنوں کے پاس نہ جایا کرو۔“

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کاہنوں کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«ليسوا بشيء. قالوا: يا رسول الله، فإنهم يحدثون أحيانًا بالشيء يكون حقًّا؟ قال رسول الله ﷺ: تلك الكلمة من الحق، يخطفها الجِنِّيُّ فيُقِرُّها في أُذُن وليّه قرَّ الدجاجةِ، فيخلطون فيها أكثرَ من مئة كذبة»

”ان کی کوئی حیثیت نہیں۔لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ کبھی کبھی ہمیں ایسی بات بتاتے ہیں جو بالکل سچی ہوتی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ سچ ہوتا ہے جو ایک جن چرا لیتا ہے، پھر اپنے انسانی دوست کے کان میں یوں ڈالتا ہے جیسے مرغی چونچ مارتی ہے، پھر وہ اس میں سو سے زیادہ جھوٹ ملا لیتا ہے۔“

اسی طرح سیدہ عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

«إن الملائكة تنزل في العنان، وهو السحاب، فتذكر الأمرَ قُضي في السماء، فتسترق الشياطينُ السمعَ فتسمعه، فتُوحِيه إلى الكُهَّان، فيكذبون معها مئة كذبة، من عند أنفسهم.»

”فرشتے بادلوں میں اترتے ہیں، اور آسمان میں ہونے والے فیصلوں کے بارے میں بات کرتے ہیں، شیطان ان کی کوئی بات چرا لیتے ہیں اور کاہنوں کو جا کر بتا دیتے ہیں۔وہ اس میں سو جھوٹ خود سے ملا لیتے ہیں۔“

اے مسلمانو! جو کاہنوں کو سچا سمجھ لیتا ہے، تو اس کا یہ عمل اسے ان کا شریک بنا دیتا ہے، کیونکہ وہ ان کی باتوں کی حقانیت کی گواہی دینے لگتا ہے۔اس لیے مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ ہر ایسے دعوے کو غلط جانے جس میں مستقبل کی خبریں جاننے کا دعویٰ موجود ہو۔کیونکہ غیب کو جاننا صرف اللہ کی خاصیت ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«من أتى عرَّافًا أو كاهنًا فسأله فصدَّقه بما يقول، فقد كفَر بما أنزل على محمد.» (أخرجه أحمد وأبو داود، والترمذي، والحاكم)

”جو کسی مستقبل کی خبریں بتانے کے دعوے دار کے پاس گیا، پھر اس نے اس سے کچھ پوچھا اور اس کی بتائی ہوئی بات کو سچ تصور کر لیا، تو اس نے محمد ﷺ پر نازل کردہ تعلیمات کا انکار کر دیا۔“

تو اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو! اپنے دین کو بچاؤ، اپنے عقیدے کی حفاظت کرو۔ نبی ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرو، تاکہ کامیابی اور کامرانی سے سرفراز ہو جاؤ۔

میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ ہمارے عقیدے کی حفاظت فرمائے۔ہمیں سنت کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔اللہ سے ہر گناہ اور غلطی کی معافی مانگتا ہوں۔آپ بھی اسی سے معافی مانگو۔وہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

دوسرا خطبہ

ہر طرح کی تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے۔وہی بردبار اور عظیم ہے۔میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔وہی آسمانوں اور زمین کا اور عرش عظیم کا پروردگار ہے۔میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔نبی کریم ﷺ ہیں۔اے اللہ! قیامت تک جاری رہنے والی رحمتیں، سلامتی اور برکتیں نازل فرما آپ ﷺ پر، اہل بیت پر اور صحابہ کرام ﷢ پر۔

بعدازاں! اے مسلمانو! ہر چیز اللہ کی تقدیر کے مطابق ہوتی ہے۔ہر چیز اسی کے ہاتھ میں ہے۔ہر شے کا حقیقی محرک اللہ کی تقدیر ہے۔اسے مستقبل کی ہر چیز کا علم ہے، اسی لیے تو وہ اس کی تقدیر کے مطابق ہوتی ہے۔کائنات میں کوئی کام اس کی مشیت کے بغیر نہیں ہوتا۔کوئی خیر یا شر اس کی مرضی کے خلاف نہیں ہوتی۔ اس لیے ہمیں اللہ پر یقین رکھنا چاہیے، اس کے علم پر، جو ہر چیز پر محیط ہے، جو سب سے قدیم اور ازلی ہے۔ہمیں یہ یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہونے والی ہر چیز کو لوح محفوظ میں تحریر کر رکھا ہے۔ہمیں اللہ تعالیٰ کی نافذ ہونے والی مشیت پر ایمان رکھنا چاہیے، اس قدرتِ شاملہ کو ماننا چاہیے، وہ جو چاہتا ہے، وہ ہو جاتا ہے، جو وہ نہیں چاہتا، وہ نہیں ہوتا۔اسی طرح ہمیں یہ بھی یقین رکھنا چاہیے کہ اسی نے ساری مخلوقات کو پیدا کیا ہے اور وہی ان کے معاملات کو چلا رہا ہے۔ہمارا لازمی فریضہ ہے کہ ہم ان عظیم معانی پر ایمان رکھیں، اپنے پروردگار پر بھروسہ کریں، اپنے معاملات اس کے سپرد کر دیں، اس پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کی تقدیر اور فیصلوں کے بارے میں اچھا گمان رکھیں۔اپنے پروردگار پر بھروسے کے معاملے میں سچائی اپنائیں، بھلائیاں اور اچھائیاں کمانے کیلئے بھی صدق دل سے اسی کی

طرف متوجہ ہوں، برائیوں اور نقصانات سے بچنے کیلئے بھی اسی کا رخ کریں۔ ہمارا پروردگار وعدہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾

"جو اللہ پر بھروسا کرے اس کے لیے وہ کافی ہے۔"

یعنی: اس کے لیے کافی ہو جانے والا ہے۔ جو صحیح معنوں میں اللہ پر بھروسہ کرتا ہو، اور صحیح عقیدہ اختیار کرنے والا ہو اس کا دل سکون میں رہتا ہے، نفس کو اطمینان رہتا ہے، وہ دنیا وآخرت میں سعادت کما لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو زبانوں اور دلوں سے پڑھو:

﴿مَا يَفْتَحِ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَامُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾

"اللہ جس رحمت کا دروازہ بھی لوگوں کے لیے کھول دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے وہ بند کر دے اسے اللہ کے بعد پھر کوئی دوسرا کھولنے والا نہیں وہ زبردست اور حکیم ہے۔"

اسی طرح ہمیں ان اسباب کو بھی اپنانا چاہیے جو شریعت میں جائز ہیں اور ساتھ ہی ساتھ آسمان وزمین کے خالق پر بھروسہ بھی کرنا چاہیے، اس کے ساتھ اپنا تعلق برقرار رکھنا چاہیے، صرف اسی سے جڑے رہنا چاہیے، تاکہ ہم ہر خیر، کامیابی اور کامرانی کی راہ پا لیں۔

﴿وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾

"جو اللہ کا دامن مضبوطی کے ساتھ تھامے گا وہ ضرور راہ راست پالے گا۔"

اے مسلمانو! ہمارے رب کے نزدیک بہترین اور پاکیزہ ترین اعمال میں سے ایک ہے کہ ہمارے پیارے نبی اور سردار محمد ﷺ پر کثرت سے درود وسلام بھیجا جائے۔ اے اللہ! رحمتیں، برکتیں اور سلامتی نازل فرما آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل پر اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر۔

اے اللہ! مسلمان مردوں اور عورتوں کو معاف فرما۔ اے اللہ ! مومن مردوں اور عورتوں کو معاف فرما، چاہے وہ زندہ ہوں یا فوت شدہ۔

اے اللہ! مسلمانوں کے فوت شدگان کی مغفرت فرما! جو تیری وحدانیت کی، اور تیرے نبی کی نبوت کی گواہی دیتے ہوئے فوت ہوئے۔ اے اللہ! اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! ان پر اپنی رضا مندی نازل فرما۔ اے اللہ! ان کے گناہوں کو معاف فرما! اے اللہ! ان کی کوتاہیوں سے درگزر فرما۔ اے اللہ! اے رب ذو الجلال! ان پر اپنی خوشنودی نازل فرما! اے اللہ! ہمیں راضی کر دے اور ہم سے راضی ہو جا۔

اے اللہ ہماری اور تمام مسلمانوں کی حفاظت فرما، آگے اور پیچھے سے، دائیں اور بائیں سے اور اوپر کی جانب سے، نیچے سے آنے والے عذاب سے ہم تیری عظمت کی پناہ میں آتے ہیں۔ یا اللہ! ہر جگہ مسلمانوں کے لیے سلامتی اور عافیت لکھ دے۔ اے رب ذو الجلال! اے اللہ!

﴿آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

"اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی! اور آگ کے عذاب سے ہمیں بچا!"

اے اللہ! ہم تجھ سے ہدایت اور راست بازی کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں سیدھی راہ دکھا، ہمیں اپنے نفس کے شر سے بچا، اے اللہ! ہمارے حکمران کو کامیاب فرما۔ اے اللہ! اسے صحت وعافیت عطا فرما! اے اللہ! اسے لمبی عمر اور نیک کاموں والا بنا۔ اے اللہ! اس کے ولی عہد کو ان کاموں کی توفیق عطا فرما جن سے تو خوش اور راضی ہوتا ہے۔ اے اللہ! اسے کامیاب فرما اور اس کی آرا درست فرما! اے اللہ! خیر کے ہر کام میں اس کی مدد فرما! اے رب ذو الجلال! اسے ہر نیکی کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! تمام مسلمان حکمرانوں کو ان کاموں کی توفیق عطا فرما جن میں ان کی رعایا کی فلاح وبہبود ہو۔

اے اللہ! مسلمانوں کو نیکی پر اکٹھا فرما! اے اللہ! انہیں حق وپرہیز گاری پر اکٹھا فرما! اے اللہ! اے زندہ وجاوید! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمارے نفس کو پرہیز گار بنا۔ اسے پاکیزہ فرما! تو ہی اسے بہترین طریقے سے پاک کرنے والا ہے۔ اے اللہ! ہمیں ہر نیکی کا ذریعہ اور اس کی ابتدا کرنے والا بنا، اے رب ذو الجلال! ہمیں ہر برائی کو ختم کرنے والا بنا۔ اے اللہ! ہمیں ان لوگوں میں شامل فرما جو مسلمانوں سے اتنی ہی محبت کرتے ہیں جتنی وہ اپنی ذات سے کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں ان لوگوں میں شامل فرما جو مسلمانوں کے لیے وہی پسند کرتے ہیں جو اپنے لیے کرتے ہیں۔ اے زندہ وجاوید! اے اللہ! اے بے نیاز! اے قابل تعریف! اے اللہ! ہم پر بارشیں برسا! اے اللہ! ہم پر بارشیں برسا! اے اللہ! ہم تیری رحمت کے فقیر ہیں۔ اے اللہ! ہمارے ملک پر بارشیں برسا! اے اللہ! سارے مسلمانوں کو بارشیں نصیب فرما۔ اے اللہ! ہم پر بارشیں نازل فرما! اے اللہ! ہم تیری حمد وثنا بیان کرتے ہیں، کہ تو ہم پر بارش کی نعمت نازل کی ہے۔ اے اللہ! ہم تجھ سے مزید مانگتے ہیں، اے اللہ! تو بے نیاز ہے! ہم تجھ سے مزید مانگتے ہیں۔ اے رب ذو الجلال! اے زندہ وجاوید! اے رب ذو الجلال!

اللہ کے بندو!

﴿اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۝ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾

"اللہ کو کثرت سے یاد کرو۔ صبح وشام اس کی تسبیح کرو۔"



سردی کا موسم مؤمن کے لیے موسم بہار

شیخ مقصود الحسن فیضی

یہ سردی کا موسم ہے، لوگوں کے لباس وہیئت پر ہر طرف سے سردی کے آثار ظاہر ہیں، بعض علاقوں میں سردی سے لوگ سخت پریشان ہیں، ہر شخص نے اپنی اپنی حیثیت و وسعت اور علاقے کے مطابق گرم کپڑے، لحاف اور مکان رہائش کا انتظام کیا ہے، حتی کہ بازاروں اور سڑکوں پر بھی موسم سرما کی آمد کے آثار پائے جارہے ہیں، ایسے موقعہ پر اپنی بساط، مزاج اور طبیعت کے لحاظ سے لوگوں کے رجحانات مختلف ہیں، کوئی سردی سے کبیدہ خاطر ہے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جنکی زبانوں پر سردی کی برائی ہے اور ایسے لوگ بھی ہمیں ملیں گے جن کے لئے موسم سرما کی آمد خوشی کا باعث ہے۔

لیکن شرعی اعتبار سے موسم سرما سے متعلق ایک مومن کا موقف کیا ہونا چاہئے اس سے عمومی طور پر لوگ غفلت میں ہیں، لہٰذا موسم سرما کی مناسبت سے خیر کے طالب مسلمانوں بھائیوں کے لئے چند ہدایات رکھی جارہی ہیں۔

1۔ سردی کا اصل سبب

اس دنیا میں کسی بھی چیز کے وجود کا اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک سبب رکھا ہے جس کا علم عام طور پر لوگوں کو ہے، مثلا بارش کا ایک سبب ہے گرمی کا ایک سبب ہے اسی طرح رات و دن کی آمد کا ایک سبب ہے لیکن بسا اوقات کسی چیز کے وجود کا ایک باطنی سبب بھی ہوتا ہے جس کا علم صرف عالم الغیب والشہادہ کے پاس ہے، البتہ اگر وہ چاہتا ہے تو اپنے مخصوص بندوں کو ان میں سے بعض چیزوں کا علم دے دیتا ہے، چنانچہ اس دنیا میں سردی و گرمی کا ایک محسوس سبب ہے جسے عام طور پر لوگ جانتے اور پہچانتے ہیں جیسے سورج کی گردش، موسم سرما یا گرما کا داخل ہونا اور ہواؤں کا چلنا وغیرہ، لیکن اسکا ایک باطنی سبب بھی ہے جسکا علم نبی ﷺ کے ذریعہ ہمیں ملا ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَاشْتَكَتِ النَّارُ إِلَى رَبِّهَا، فَقَالَتْ: يَا رَبِّ أَكَلَ بَعْضِي بَعْضًا، فَأَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ، نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ، فَهُوَ أَشَدُّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الحَرِّ، وَأَشَدُّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الزَّمْهَرِيرِ (صحیح بخاری: 537؛ صحیح مسلم:617)

”جہنم نے اپنے رب سے شکایت کرتے ہوئے کہا: اے میرے رب؛ میرے ایک حصے نے دوسرے کو کھا لیا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اسے دو سانس کی اجازت دے دی، ایک سانس سردی کے موسم میں اور دوسرا سانس گرمی کے موسم میں، اس طرح تمہیں جو سخت گرمی محسوس ہوتی ہے وہ جہنم کی گرمی کی وجہ سے ہے اور جو سخت سردی محسوس ہوتی ہے وہ جہنم کے زمہریر کی وجہ سے ہے۔“

ایک اور حدیث میں ارشاد نبوی ہے:

إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ، فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ، فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ (صحیح بخاری: 534؛ صحیح مسلم: 615)

”جب گرمی سخت ہو تو نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھو، کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی گرمی کی وجہ سے ہے۔“

ان دونوں حدیثوں سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ سردی و گرمی کے اس ظاہر سبب کے علاوہ جو لوگوں کو معلوم ہے اسکا ایک باطنی اور حقیقی سبب بھی ہے اور وہ ہے جہنم کے دو سانس، یعنی جہنم جب اپنا سانس باہر کرتی ہے تو موسم گرم ہوجاتا ہے اور جب وہی سانس جہنم اندر کرتی ہے تو موسم میں سردی چھا جاتی ہے۔ نیز ان حدیثوں سے ایک فائدہ یہ بھی حاصل ہوا کہ اہل سنت وجماعت کے عقیدہ کے مطابق جنت وجہنم مخلوق اور اس وقت بھی موجود ہیں، البتہ اس کا مکان وجود کہاں ہے یہ صرف اللہ تعالی کو معلوم ہے۔

2۔ فطری وطبعی چیزوں کو برا بھلامت کہو

چونکہ سردی و گرمی اللہ تعالی کی مخلوق ہیں، ان میں سختی و گرمی بحکم الٰہی ہے، لہٰذا انہیں گالی دینا اور برا بھلا کہنا جائز نہیں ہے، چنانچہ حدیث قدسی میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ بِيَدِي الأَمْرُ أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ

”آدم کا بیٹا مجھ کو دکھ دیتا ہے، اسطرح کہ وہ زمانے کو گالی دیتا ہے، حالانکہ میں زمانہ ہوں، رات و دن کو میں ہی پھیرتا ہوں۔“ (صحیح بخاری: 4826)

یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے ہوا اور اس طرح کی دیگر فطری اور بحکم الٰہی آنے جانے والی چیزوں کو برا بھلا کہنے سے منع فرمایا، کیونکہ علی سبیل المثال ہوا حکم الٰہی کے تابع ہو کر چلتی ہے، اب اسے برا کہنا گویا اسکے خالق اور اس میں متصرف ذات کو برا کہنے کے ہم معنی ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص سخت یا تیز و تند ہوا دیکھے تو برا بھلا کہنے کے بجائے اسے چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ اس ہوا کے شر سے اسے محفوظ رکھے اور اس میں جو خیر کا پہلو ہو اس سے محروم نہ کرے۔ (سنن ابو داود: 5097؛ سنن ابن ماجہ: 3727)

اسی شرعی قاعدے کے تحت ہر مسلمان کو چاہئے کہ جہاں وہ سردی سے بچنے کے لئے ظاہری اسباب اختیار کرے وہیں اس طرف بھی توجہ دے کہ اس موسم میں ہمارے لئے خیر کے پہلو کیا ہیں؟ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ أَرَادَ أَن يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا﴾

"اور اسی نے رات و دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا، اس شخص کی نصیحت کے لئے جو نصیحت حاصل کرنے یا شکر گزاری کرنے کا اردہ رکھتا ہو۔" (سورۃ الفرقان:62)

3۔موسم سرما میں مومن کے لئے خیر کے پہلو:

ا۔روزہ: روزہ کو اسلام میں جو اہمیت حاصل ہے وہ کسی پر پوشیدہ نہیں ہے، یہی کیا کم ہے کہ حدیث قدسی میں ارشاد نبوی ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ (صحیح بخاری: 1904)

"ابن آدم کے تمام اعمال اسکے لئے ہیں سوا روزے کے جو میرے لئے ہے اور میں ہی اسکا اجر دوں گا۔"

علاوہ ازیں روزے کو اللہ تعالیٰ نے جہنم سے ڈھال اور جنت کا راستہ قرار دیا ہے، روزے دار کی دعاوں کی قبولیت کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے، روزہ دار کی منہ کی بو مشک سے بھی زیادہ پسند کرتا ہے اور روزہ داروں کے لئے جنت کا ایک دروازہ خاص کر رکھا ہے وغیرہ۔ (صحیح الترغیب: 576/1)

اب اگر غور کیا جائے تو نیکیوں پر حریص مسلمان موسم سرما میں ان فضیلتوں کو بڑی آسانی سے حاصل کر سکتا ہے، کیونکہ سردی کے موسم میں دن چھوٹا ہوتا ہے، موسم ٹھنڈا رہتا ہے جس کی وجہ سے انسان کو بھوک وپیاس کا احساس کم اور کم ہی ہوتا ہے، لہٰذا بڑی آسانی سے روزہ رکھا جاسکتا ہے مسلمانوں کی توجہ اسی طرف دلاتے ہوئے نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

الْغَنِيمَةُ الْبَارِدَةُ الصَّوْمُ فِي الشِّتَاءِ

(جامع ترمذی: 797)

"ٹھنڈی (بڑی آسان) غنیمت یہ ہے کہ سردی کے موسم میں روزہ رکھا جائے۔"

یعنی جس طرح وہ مال جو اللہ کے دشمنوں سے حاصل ہو اور اس میں لڑائی نہ کرنی پڑے، مٹھ بھیڑ نہ ہو اور نہ ہی جان کا خطرہ مول لینا پڑے تو اس سے ایک انسان کس قدر خوش ہوتا ہے اور اسے حاصل کرنے کی طرف کس قدر راغب ہوتا ہے اسی طرح سردی کے موسم میں روزہ بلا مشقت و پریشانی کے رکھا جا سکتا ہے۔

ب۔ تہجد کی نماز:

تہجد اور شب بیداری اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں اور جنت کے وارثین کا شیوہ رہا ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ۝ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾

"وہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے اور وقت سحر استغفار کیا کرتے تھے۔" (سورۃ الذاریات: 17،18)

﴿وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا﴾

"اور (اللہ رحمان ورحیم کے خاص بندے وہ ہیں) جو اپنے رب کے سامنے سجدے اور قیام کرتے ہوئے راتیں گزارتے ہیں۔" (سورۃ الفرقان:64)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَإِنَّهُ دَأَبُ الصَّالِحِينَ قَبْلَكُمْ وَإِنَّ قِيَامَ اللَّيْلِ قُرْبَةٌ إِلَى اللهِ وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْإِثْمِ (جامع ترمذی: 3549 ؛مستدرک حاکم: 321/1)

"تم لوگ قیام اللیل کا اہتمام کرو اس لئے کہ یہ تم سے قبل نیک لوگوں کا طریقہ رہا ہے اور یہ تمہارے رب کی قربت کے حصول کا ذریعہ ہے، قیام اللیل گناہوں کی معافی اور گناہوں سے بچنے کا سبب ہے۔"

نیز فرمایا:

أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ الْآخِرِ فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُونَ مِمَّنْ يَذْكُرُ اللَّهَ فِي تِلْكَ السَّاعَةِ فَكُنْ

"اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری حصہ میں ہوتا ہے، لہٰذا اگر تم سے ہو سکے تو ان لوگوں میں شامل ہو جاؤ جو اس وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔" (جامع ترمذی: 3579)

قابل غور ہے کہ موسم سرما کی راتیں قیام اللیل اور تہجد کے لئے کس قدر مناسب ہیں کیونکہ موسم سرما کی راتیں اس قدر طویل ہوتی ہیں کہ بندہ اگر رات میں دیر گئے سوئے تو بھی تہجد کے لئے آسانی سے بیدار ہو سکتا ہے اس لئے کہ جن دنوں میں یہ سطریں لکھی جارہی ہیں، عشاء کی اذان اور طلوع فجر کے درمیان 10 گھنٹے سے زیادہ کا وقفہ ہے، اب اگر ایک مسلمان اس میں سے چار گھنٹے بھی اپنے ضروریات کے لئے رکھ لے تو باقی ساڑھ پانچ گھنٹے یا اس سے زیادہ کی مدت کسی بھی شخص کے نیند سے آسودہ ہونے کے لئے کافی ہیں۔

درج ذیل حدیث میں اسی طرف مومن کی توجہ مبذول کی گئی ہے:

اَلشِّتاءُ رَبِيعُ الْمُؤْمِنِ طَالَ لَيْلُهُ فقامَهُ وَقَصُرَ نَهَارُهُ فَصَامَهُ (مسند احمد: 75/3؛ شعب الایمان: 416/3؛ مسند ابویعلی: 1386، امام نور الدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو حسن کہتے ہیں جبکہ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔)

سردی کا موسم مومن کے لئے بہار کا موسم ہے کہ اسکی راتیں لمبی ہوتی ہیں جن میں وہ قیام کر لیتا ہے اور دن چھوٹے ہوتے ہیں جن میں وہ روزے رکھ لیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے نیک بندے موسم سرما کی آمد پر خوش ہوتے تھے، چنانچہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ موسم سرما کی آمد پر فرماتے: سردی کو خوش آمدید، اس موسم میں برکتیں نازل ہوتی ہیں، اس طرح کہ تہجد کے لئے رات طویل ہو جاتی ہے اور روزہ رکھنے کے لئے دن چھوٹا ہو جاتا ہے۔

ایک اور بزرگ سیدنا عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ موسم سرما کی آمد پر فرماتے: اے اہل قرآن! تلاوت قرآن کے لئے رات لمبی ہو گئی ہے اورر وزہ رکھنے کیلئے دن چھوٹا ہو گیا ہے، لہٰذا اس موسم میں دن کو روزہ اور رات میں تہجد کا خصوصی اہتمام کرو۔ (لطائف المعارف: 453)

ج۔ صبر:

اس میں کوئی شک نہیں کہ مذکورہ دونوں عبادتوں میں سردی سخت رکاوٹ بنتی ہے اور اس کے لئے صبر اور برداشت کی ضرورت پڑتی ہے، لیکن ایک مومن کو اچھی طرح جاننا چاہئے کہ صبر وہ نیکی ہے جس پر اللہ تعالیٰ بے حساب اجر دیتا ہے۔

﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (سورۃ الزمر: 10)

"صبر کرنے والوں کو انکا اجر بے حساب دیا جائے گا۔"

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

«وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللَّهُ وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنْ الصَّبْرِ»

"اور جو صبر کرنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے صبر کی توفیق دے گا اور (یاد رہے کہ) صبر سے بہتر اور وسیع تر کوئی عطیہ کسی شخص کو نہیں دیا گیا۔" (صحیح بخاری: 1469)

واضح رہے کہ علماء کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں جس صبر کی فضیلت وارد ہے اسکی تین قسمیں ہیں:

1۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ مصائب پر صبر۔

2۔ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے رکنے پر صبر

3۔ اللہ تعالیٰ کے اوامر کی ادائیگی پر صبر۔

صبر کی یہی تیسری قسم سورۃ العصر میں زیادہ واضح ہے اور اسی قسم کی سردی کے موسم میں زیادہ ضرورت پڑتی ہے لہٰذا جو شخص اس صبر میں کامیاب ہو گیا وہ سردی کے موسم میں تہجد بھی پڑھ لیگا اور روزہ بھی رکھ لیگا۔ کیونکہ سردی کے موسم میں نرم وگرم بستر سے اٹھنا، تہجد کے لئے وضو کرنا، سردی کی حالت میں نماز میں کھڑے ہونا، اور روزہ رکھنے کے لئے سحری کے وقت میں کچھ کھانا نیز جسم میں پانی وکھانے کی کمی کی وجہ سے جب سردی زیادہ محسوس ہو تو اسے برداشت کرنا، یہ سب کچھ بغیر صبر کے ممکن نہیں ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

میری امت کا ایک شخص رات کو بیدار ہوتا ہے، وضو اور اسکی پریشانی پر اپنے نفس کو مجبور کرتا ہے تو جب وضو کے لئے اپنے ہاتھوں کو دھوتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، جب چہرہ دھوتا ہے تو ایک اور گرہ کھل جاتی ہے، جب سر کا مسح کرتا ہے تو ایک تیسری گرہ کھل جاتی ہے اور جب پیر دھوتا ہے تو چوتھی گرہ بھی کھل جاتی ہے، یہ دیکھ کر پردہ کی آڑ میں موجود فرشتوں سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے اس بندے کو دیکھو؛ اپنے نفس پر زور دے کر وضو کی تکلیف برداشت کر رہا ہے اور مجھ سے کچھ سوال کر رہا ہے، لہٰذا تم سب گواہ رہو کہ میرے بندے نے مجھ سے جو کچھ مانگا اسے ہم نے دے دیا، میرے بندے نے مجھ سے جو کچھ مانگا اسے ہم نے دے دیا۔ (مسند احمد: 201/4، صحیح ابن حبان: 347/2)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ دو شخصوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ ہنس دیتا ہے، ایک وہ شخص جو سرد رات میں اپنے بستر اور لحاف سے اٹھ کر وضو کرتا ہے، پھر جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے: میرے بندے کو یہ تکلیف برداشت کرنے پر کس چیز نے ابھارا ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ وہ آپ کی رحمت کا امیدوار ہے اور آپ کے عذاب سے خائف ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم لوگ گواہ رہو میں نے اس کی امیدیں پوری کر دیں اور جس چیز سے خوف کھا رہا ہے اس سے امن دے دیا۔

(الطبرانی: صحیح الترغیب: 402/1 علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے۔)

مسلمان بھائی: اس سردی کے موسم میں آپ بھی اپنے رب رحیم کے ہنسنے کا سبب بن سکتے ہیں اور جسے دیکھ کر اس کے رب نے ہنس دیا وہ کامیاب ہوا۔

﴿ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾

"سب سے عظیم کامیابی یہی ہے۔"

د۔ اکمال وضو:

وضو کو اللہ تعالیٰ نے بڑی اہمیت دی اور وضو کرنے کی بڑی فضیلت رکھی ہے، خاص کر اگر کوئی شخص وضو کو مکمل اور اچھی طرح سے کرتا ہے تو اس کے لئے حدیثوں میں بہت بڑی خوشخبری ہے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

«مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ وُضُوءَهُ، ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، مُقْبِلٌ عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ، إِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ» (صحیح مسلم: 234)

"جب کوئی مسلمان وضو کرتا ہے اور اچھی طرح سے وضو کرتا ہے، پھر کھڑا ہو کر دو رکعتیں ایسی پڑھتا ہے کہ قلب و قالب سے اس میں مگن رہا تو اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔"

نیز فرمایا:

إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ شَطْرُ الْإِيمَانِ

(سنن نسائی: 2436)

"پورا پورا وضو کرنا آدھا ایمان ہے۔"

پھر اگر یہی وضو اور اس کا پورا پورا کرنا سردی کے موسم اور کراہت نفس کے باوجود ہو تو اس کا اجر مزید بڑھ جاتا ہے۔ارشاد نبوی ﷺ ہے :

«أَلاَ أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يَمْحُو اللَّهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ ». قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ « إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلاَةِ بَعْدَ الصَّلاَةِ فَذَلِكُمُ الرِّبَاطُ »

(صحیح مسلم:251)

”کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتلاؤں جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے اور تمہارے درجات بلند کردے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول(ﷺ)! کیوں نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا : سردی کی مشقت اور ناگواری کے باوجود کامل وضو کرنا، ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا اور مسجدوں کی طرف کثرت سے قدم بڑھانا، پس یہی رباط ہے، یہی رباط ہے۔“

گویا عام حالت میں وضو سے تو صرف گناہ معاف ہوتے ہیں، البتہ سردی کے موسم میں اچھی طرح وضو کرنے سے گناہوں کی معافی کے ساتھ جنت میں بندوں کے درجات بھی بلند ہوتے ہیں، یہ بات اور کئی حدیثوں میں وارد ہے نیز ملأ اعلیٰ سے متعلق حدیث میں ہے کہ ” اور سخت سردی کے موسم میں اچھی طرح سے وضو کرنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں رہنا (یہ وہ عمل ہے کہ) جو شخص اس پر مداومت کرلے اس کی زندگی بخیر ہے، اس کی موت بھی بخیر ہے اور اپنے گناہوں سے ایسے ہی پاک ہوجاتا ہے جس طرح اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔“

(جامع ترمذی ؛ صحیح الترغیب : 197/1)

ھ۔صدقة وخیرات :

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ

كُلُّ امرِئٍ في ظِلِّ صَدقتِهِ، حتّى يُفصَلَ بينَ النّاسِ (مسند احمد: 147/4؛مستدرک حاکم: 416/1)

”قیامت کے دن لوگوں کا فیصلہ ہوجانے تک ہر شخص اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا۔“

نیز فرمایا:

«وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ» (جامع ترمذی :2616؛سنن ابن ماجہ:3973)

”صدقہ گناہوں کو اسطرح مٹادیتا ہے جسطرح پانی آگ کو بجھادیتا ہے۔“

پھر اگر یہی صدقہ وقت حاجت وضرورت ہو تو اس کی اہمیت و فضیلت اور بڑھ جاتی ہے، خاص کر سردی کے موسم میں جبکہ لوگ سردی سے بچنے کے لئے، کپڑے، گرم لباس اور لحاف وغیرہ اور آمدنی میں کمی کی وجہ سے کھانے پینے کی اشیاء کے محتاج ہوتے ہیں تو ایسے ایام میں صدقہ کی فضیلت بڑھ جاتی ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ سب سے افضل عمل کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا :

إدخالُكَ السُّرورَ على مؤمنٍ، أشبعتَ جَوْعَتَهُ، أو كسَوتَ عورَتَه، أو قضَيتَ لهُ حاجةً (طبرانی الاوسط: 38/6، رقم الحدیث: 5077)

”سب سے افضل عمل یہ ہے کہ کسی مومن کے دل کو توخوش کردے، اس طرح کہ اسکی شرمگاہ کو چھپادو (یعنی کپڑا پہنادو) اس کی بھوک کو دور کردو یا اس کی ضرورت پوری کردو۔“

اگر غور کیا جائے تو سردی کا کے موسم اس فضیلت کے حاصل کرنے کا بہترین موقعہ ہے کیونکہ ہمارے پڑوس میں، ہمارے علم میں اور ہمارے آس پاس کے علاقے میں کتنے ایسے لوگ ملیں گے جنکے پاس سردی سے بچنے کے لئے کپڑے ہونگے اور نہ لحاف ورضائی انہیں دستیاب ہوگی اور بہت سے لوگ ایسے بھی ملیں گے کہ گھر کا سرپرست بیاری یا کمزوری کی وجہ سے کھانے اور علاج کیلئے پیسہ نہ کما پا رہا ہوگا اسے بچوں کے کھانے اور اپنے علاج کیلئے پیسوں کی ضرورت ہے، ایسی صورت میں ہر شخص اپنی استطاعت اور بساط کے مطابق صدقہ کرکے اپنے رب کو راضی کرسکتا ہے اور محشر کے میدان میں اپنے لئے سایہ انتظام کرسکتا ہے۔

مشہور تابعی اور کتب ستہ کے راوی صفوان بن سلیم رحمۃ اللہ علیہ ٹھنڈی کے موسم میں ایک شب مسجد نبوی سے باہر نکلے، دیکھا کہ ایک شخص سردی سے کانپ رہا ہے اور اسکے پاس اپنے آپ کو سردی سے بچانے کے لئے کپڑے نہیں ہیں، چنانچہ انہوں نے اپنی قمیص اتاری اور اس شخص کو پہنادیا، اسی شب بلاد شام میں کسی شخص نے خواب دیکھا کہ صفوان بن سلیم صرف ایک قمیص صدقہ کرنے کی وجہ سے جنت میں داخل ہوئے، وہ شخص اسی وقت مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوا ہے اور مدینہ منورہ آکر صفوان بن سلیم رحمۃ اللہ علیہ کا پتہ دریافت کیا اور ان سے اپنا خواب بیان کیا۔(صفة الصفوة : 154/2)

و۔جہنم کی یاد :

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس دار فانی میں کچھ جگہیں، بعض موسم اور کچھ حالات ایسے بنائے رکھے ہیں جو اسے آخرت کی یاد دلاتے ہیں، بعض جگہیں اور زمانے اسے جنت کی یاد دلاتے ہیں اور بعض جگہیں اور زمانے جہنم کی یاد دلاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ باہر سے آنے والے ایک حاکم و بادشاہ نے جب سرزمین کشمیر پر قدم رکھا اور وہاں کے خوبصورت موسم اور سبزہ زاری کا مشاہد کیا تو برجستہ کہہ اٹھا۔

” اگر فردوس بر روئے زمین است ۔۔ ہمین است و ہمین است و ہمین است“

اگر کہیں روئے زمین پر جنت ہے تو وہ یہی جگہ ہے وہ یہی جگہ ہے۔

بعینہ اسی طرح سخت سری وگرمی کی کا موسم انسان کو جہنم کی یاد دلاتا ہے کیونکہ ایک مسلمان کا عقیدہ ہے کہ اس روئے زمین پر سردی وگرمی کی شدت کا اصل سبب جہنم ہے، لہٰذا جب انسان کو سخت اور ناقابل برداشت گرمی محسوس ہو تو اسے فوراً جہنم کی گرمی و تپش یاد آجاتی ہے اور وہ اپنے رب سے بعجز وعاجزی جہنم سے بچنے کی دعا کرنے لگتا ہے حتی کہ اگر ایمان تازہ ہو معمولی گرمی بھی مومن کو جہنم کی یاد دلاتی ہے۔چنانچہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ حمام بہت اچھا گھر ہے جس میں ایک مومن داخل ہوتا ہے تو اپنے میل کچیل صاف کرتا ہے اور اس میں جہنم سے اللہ تعالی کی پناہ چاہتا ہے۔(المطالب العالیہ: 1/50 حافظ کہتے ہیں کہ یہ اثر صحیح ہے۔)

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ کسی نیک بندے نے غسل کیلئے حمام کا قصد کیا، اور جب وہ حمام میں داخل ہوئے اور سر پر گرم پانی پڑا تو محسوس کیا کہ یہ پانی کچھ زیادہ ہی گرم ہے، لہٰذا پیچھے ہٹے اور رونا شروع کردیا، پوچھنے پر وجہ بتلائی کہ مجھے جہنمیوں کے بارے اللہ تعالی کا یہ فرمان یاد آگیا کہ

﴿يُصَبُّ مِن فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ﴾ (سورۃ الحج:19)

”ان کے سر کے اوپر سے کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔“ (لطائف المعارف: 547)

اسی طرح مؤمن بندہ کو جب سردی اور اس کی شدت محسوس ہو اور اسے تنگ کرے تو اسے زمہریر کی ٹھنڈک یاد کرنا چاہئے کیونکہ جس طرح اللہ تبارک وتعالی اہل جہنم کو سخت اور ناقابل برداشت جلن اور آگ کا عذاب دے گا اسی طرح ناقابل برداشت ٹھنڈ کا بھی عذاب دے گا چنانچہ علماء کہتے ہیں کہ جہنم میں ایک طبقہ زمہریر یہ ہے، جب کافر آگ میں جلتے جلتے تنگ آجائیں گے اور رب سے ٹھنڈے پانی کا مطالبہ کریں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ انھیں جہنم کے طبقہ زمہریریہ میں ڈال دے گا جس میں سخت سردی کی وجہ سے ان کی ہڈیاں پھٹ جائیں گی۔

لہٰذا سخت سردی کے موسم میں ایک مومن کو چاہئے کہ وہ جہنم کو کثرت سے یاد کرے اور اس سے بچنے کی دعا کرے چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

مَنْ سَأَلَ اللهَ الْجَنَّةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتْ الْجَنَّةُ اللَّهُمَّ أَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَمَنْ اسْتَجَارَ مِنَ النَّارِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتْ النَّارُ اللَّهُمَّ أَجِرْهُ مِنَ النَّارِ (جامع ترمذی:2572)

”جو مسلمان بھی 3 بار اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرتا ہے تو جنت بطور سفارش اللہ تعالیٰ سے عرض کرتی ہے کہ اے اللہ! اس بندے کو جنت میں داخل فرمادے اور جو مسلم بندہ اللہ تعالیٰ سے تین بار جہنم سے پناہ چاہتا ہے، اے اللہ اسے جہنم سے پناہ دے گا۔“

☆☆☆

شیخ سلیمان الرحیلی کی ایک قیمتی نصیحت

میری عمر 60 سال کے قریب پہنچ چکی ہے۔ میرے بھائی! اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں انسان کی عمر جب ڈھل جاتی ہے تو اسے زندگی کے ان اوقات اور لمحات پر افسوس ہوتا ہے جسے اس نے طاقت و قوت ہونے کے باوجود ضائع و برباد کر دیا۔جوں جوں آپ کی عمر ڈھلتی جائے گی یقین جانیں آپ لاغر و کمزور ہوتے جائیں گے۔ اب آپ وہ بہت ساری چیزیں کرنے کی طاقت نہیں رکھتے جو پہلے کر سکتے تھے۔

اللہ کی قسم سب سے زیادہ حسرت و افسوس زندگی کے

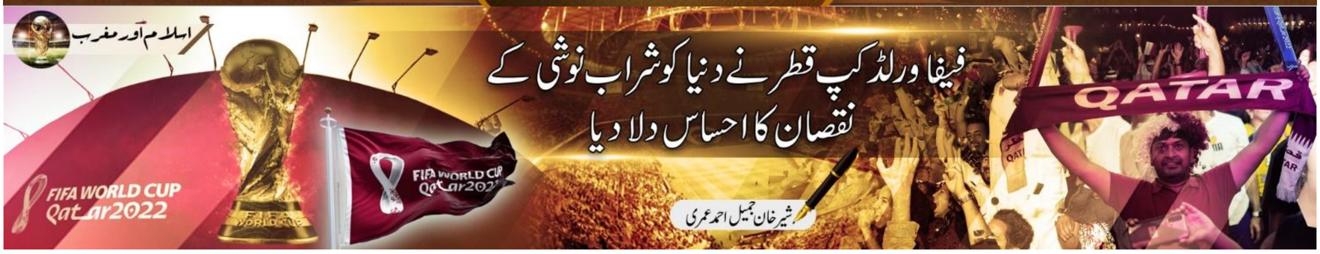
ان ایام اور اوقات پر ہوگا جس میں انسان کچھ حفظ کر سکتا تھا، کچھ علم حاصل کر سکتا تھا، قیام اللیل پڑھ سکتا تھا اور روزے رکھ سکتا تھا مگر مرور وقت کے ساتھ اس کے جسم کی طاقت و قوت ختم ہو جاتی ہے۔

بالخصوص اگر انسان کو یہ معلوم ہو جائے کی کسی عمل یا عبادت کی پابندی کرنے کے بعد اگر کسی وجہ سے اسے کرنے سے معذور ہو جائے تو اس کا اجر و ثواب اسے آخری دم تک ک ملتا رہے گا تو ایسے میں اسے اپنے ضائع کئے ہوئے ایام اور لمحات پر اور بھی زیادہ افسوس ہوگا۔

آپ سب ابھی جوان ہیں اسی لیے میں آپ لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ اس جوانی کو غنیمت سمجھیں اور اسے اللہ کی رضا اور خوشنودی کے کاموں میں استعمال کریں۔اللہ کی قسم سعادت مند شخص وہ ہے جو اپنے اور اپنے رب کے درمیان تعلق کو آباد رکھے اگرچہ تم دنیا کے گمنام ترین شخص ہو۔لوگ تمہیں نہیں جانتے ہیں۔لوگوں کے درمیان تمہاری کوئی وقعت اور اہمیت نہیں۔تاہم اگر تمہار دل آباد ہے اور تمہارا تعلق اللہ سے مضبوط ہے تو تم دنیا کے سب سے زیادہ سعادت مند، دولت مند اور بہترین انسان ہو۔اس لئے اپنے دلوں کو آباد رکھیں اور صحیح راستے پر گامزن رہیں۔اس کے سوا کسی اور چیز کی پرواہ نہ کریں۔

یاد رکھیں یے یہ چیز ناممکن ہے کہ دنیا کے سارے لوگ آپ سے خوش ہو جائیں بلکہ انسان جتنا ہی اچھا ہوتا ہے اس کے نا چاہنے والے اتنے ہی زیادہ ہوتے ہیں کیونکہ اکثر لوگوں کو اچھائی پسند نہیں ہوتی۔ اس لئے لوگوں کی پرواہ نہ کریں۔ اللہ کے ساتھ تعلق کو آباد رکھنے کی کوشش کریں۔ثابت قدم رہیں اور صحیح راستے پر چلتے رہیں یہاں تک کہ اللہ سے ملاقات کا وقت آجائے۔

☆☆☆☆



فیفا ورلڈ کپ قطر نے دنیا کو شراب نوشی کے نقصان کا احساس دلا دیا

شیر خان جمیل احمد عمری

فیفا ورلڈ کپ قطر 2022ء جہاں بین الاقوامی سطح پر کئی تنازعات کا شکار ہوا ہے وہیں دنیا کو کئی خوشگوار اسباق بھی دے رہا ہے۔ عموماً دنیا بھر اور خصوصا یورپی ممالک کے اندر مختلف امور کو لے کر کافی بحث ہوتی رہی اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ دسیوں چیزیں زیر بحث آئیں۔ زیر بحث امور میں ایک اہم مسئلہ ”شراب نوشی“ کا تھا۔

ورلڈ کپ کے شروع ہونے سے بہت پہلے اس مسئلہ کو بار بار اچھالا گیا کہ قطر ایک اسلامی ملک ہے دنیا بھر سے آنے والے شائقین فٹ بال جن کا تخمینہ ایک ملین کے اوپر ہے کیا ان شائقین کو شراب پینے کی اجازت ہوگی؟

مقامی قوانین میں تبدیلی کرتے ہوئے وزیٹرس کو آزادی دی جائے گی؟

امریکہ سے لے کر آسٹریلیا تک پھر یورپ اور برطانیہ کے شائقین جن کا میچز کے دوران شراب کا پینا ایک فیشن ہے، معمول ہے بلکہ ان کے لئے یہ جزء لاینفک ہے۔ ان شائقین کے ذہنوں میں رہ رہ کر یہی سوال اٹھتا تھا کہ ہم اس قدر پیسہ خرچ کر کے اپنی ٹیمز کی حوصلہ افزائی کے لئے دور دراز کا سفر کر کے قطر جائیں گے تو کیا اسلامی ملک قطر ہمیں شراب پینے کی اجازت دے گا؟

فیفا کی ایگزیکٹو کمیٹی بالخصوص اس کے صدر نے کنفرم کیا کہ شراب پینے کی کوئی ممانعت نہیں ہوگی۔ شراب مہیا ہوگی اور پینے کی کھلی اجازت بھی ہوگی۔ وقتی طور پر قوانین کو relax کر دیا جائے گا۔ لیکن اعلان کے برخلاف پہلے میچ شروع ہونے سے دو تین دن قبل اچانک قطر گورنمنٹ نے یوٹرن لیتے ہوئے یہ نوٹیفکیشن جاری کر دیا کہ میچ کے دوران (تین گھنٹے) اسٹیڈیم اور اسکے حدود میں شراب فروخت کرنے اور پینے کی اجازت نہیں ہوگی۔ ہاں اپنی ہوٹلوں میں، لائسنس ہولڈر ریسٹورنٹس میں اپنی پسند کی شراب دستیاب ہوگی۔

2 دسمبر 2022 کی ITV News کے دعوے کے مطابق ”سعودی رائل فیملی“ کی درخواست پر قطر نے آخری لمحہ میں U-turn لے کر یہ تبدیلی کر دی کہ فٹبال اسٹڈیم کی پریمیسس اور اس کی حدود میں شراب فروخت کرنے کی اجازت نہیں ہوگی اور نہ ہی یہاں شراب پی جا سکتی ہے:

The rules were set to be relaxed for the World Cup, but in a last-minute U-turn, said to be at the request of the Saudi royal family, Qatar banned alcohol sales within the perimeters of the stadiums.

”ورلڈ کپ کے لیے قوانین میں نرمی کی گئی تھی، لیکن آخری لمحات میں یوٹرن میں، سعودی شاہی خاندان کی درخواست پر قطر نے اسٹیڈیم کے احاطے میں شراب کی فروخت پر پابندی لگا دی۔“

یورپی ممالک کے باشندوں کا خلاف عادت و معمول شراب نوشی کے بغیر فٹبال میچز دیکھنے آنا، دوران میچ شراب نہ پینا اور اپنی پسند کی ٹیمز کی تائید اور حوصلہ افزائی کرنے کا ایک نیا تجربہ دنیا کے سامنے آگیا ہے۔ یورپ برطانیہ وغیرہ میں میچز کے دوران اور قبل اور بعد بھی جو ہنگامے ہوتے ہیں ان کو کنٹرول کرنے کے لئے لاکھوں پونڈز خرچ کر کے مختلف ایجنسیاں ہائیر کی جاتی ہیں۔ بسا اوقات فضاؤں میں پولیس کا ہیلی کاپٹر (Football hooliganism) کی نگرانی کرتا ہے۔ ان سارے جتن کے باوجود سیکڑوں ناخوشگوار واقعات رونما ہو جاتے ہیں، دسیوں لوگ زخمی ہو جاتے ہیں، سینکڑوں لوگ اریسٹ ہو جاتے ہیں، ان کے جرم کے مطابق ان کے خلاف تادیبی کاروائیاں بھی ہوتی ہیں۔ ان سبھوں میں سب سے زیادہ تشویشناک بات یہ ہوتی ہے جس کو آئی ٹی وی نیوز نے ہائی لائٹ کرتے ہوئے اپنی نیوز کی سرخی بنائی ہے کہ خواتین کے خلاف ہمارے ہاں جنسی چھیڑ چھاڑ کا بازار جو گرم رہتا ہے وہ قطر میں بالکل مفقود ہے۔

یہ نیا تجربہ بتا رہا ہے کہ خواتین کے خلاف چھیڑ خوانی کا نہ میچ سے قبل نہ میچ کے دوران اور نہ ہی میچ کے بعد چھیڑ خوانی کا کوئی واقعہ رپورٹ نہیں ہوا اور اس قسم کی کوئی شکایت درج نہیں کرائی گئی۔

یوکے کی آئی ٹی وی نیوز نے برطانیہ کے معروف شہر ناٹنگھم فاریسٹ ٹیم کی پرستار ایک اٹھارہ سالہ خاتون Ellie Molloson جو اپنے والد کے ساتھ فٹبال ورلڈ کپ دیکھنے اور انگلینڈ ٹیم کی سپورٹ کے لئے قطر گئی ہوئی ہیں اس سے انٹرویو لیا تو وہ کہتی ہے:

says she has felt safe in Qatar as a female football fan. (ITV News)

میں قطر میں بہت محفوظ محسوس کر رہی ہوں۔ اس نے بتایا کہ قطر آنے سے قبل میں بہت متفکر اور پریشان تھی کہ میرے لباس اور جسم کو لے کر

میرے ساتھ نہ جانے کیا سلوک کیا جائے گا ! کہیں میں گرفتار تو نہیں ہو جاؤں گی ! اس گھبراہٹ اور اندیشوں کے سایہ میں جب میں قطر آئی تو میرا تجربہ بالکل الٹ تھا۔ میں نے ناقابل یقین حد تک اپنے کو محفوظ پایا ہے۔ وہ کہتی ہیں:

" I felt incredibly safe".

ہمارا یہاں بہت اچھا استقبال ہوا۔ یہ صرف میرا ہی نہیں بلکہ سب کا تجربہ ہے۔ باہر سے آنے والی سب خواتین یہاں اپنے کو محفوظ محسوس کر رہی ہیں اور اس ملک سے خوب محظوظ بھی ہو رہی ہیں۔

آئی ٹی وی نیوز رپورٹر کہتی ہیں کہ مس مولوسن اور باہر سے آنے والی دیگر خواتین کا کہنا ہے کہ اس سال کے ورلڈ کپ اسٹڈیم میں ہم اپنے ملکوں سے کہیں زیادہ ویلکم کئے گئے۔

Ms Molloson, travelling from outside Qatar have said they found the stadiums at this year's World Cup more welcoming than at home.

بالخصوص ہمارے ہاں کا فٹبال گراؤنڈ میں مردوں کا ڈامونیٹنگ ماحول اور ان کا جنسی ہراسمنٹ اور ان کی اوٹ پٹانگ حرکتیں (catcalling or hassle) کرنا جیسا کوئی مسئلہ در پیش نہیں ہے۔

برطانیہ کی آئی ٹی وی نیوز کی دیانتدار پروڈیوسر Suzanne Elliott نے اس پوری خبر کی سرخی ہی یہ باندھی ہے:

" No catcalling or hassle, why female football fans feel safer in Qatar than at matches at home."

”کوئی کیٹ کالنگ یا پریشانی نہیں، کیوں خواتین فٹ بال شائقین گھر پر ہونے والے میچوں کے مقابلے قطر میں زیادہ محفوظ محسوس کرتی ہیں۔“

اس خوشگوار تجربہ نے دنیا بھر کے ممالک کی انتظامیہ، سیکیورٹی اور پولیس فورسز کو سوچنے، غور کرنے اور تجزیہ کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے مختلف ذرائع ابلاغ میں اس نکتہ پر کافی ڈسکشن ہو رہی ہے۔ مختلف لوگوں سے انٹرویوز لئے جا رہے ہیں۔

امن عامہ قائم کرنے والی بعض اتھارٹیز نے کھلے الفاظ میں میچ کے دوران شراب پینے کے نقصان کا اعتراف کیا ہے اور اس پوائنٹ کو ہائی لائٹ کر کے اس پر مزید غور کرنے کی بھی ترغیب دلائی ہے۔

سعودیہ کے صائب مشورہ اور قطر کے اس مشورہ پر فوری عمل نے دنیا کو ایک بہترین پیغام دے دیا ہے۔ دنیا اس پر عمل کر کے جہاں سیکڑوں مسائل، فتنوں اور ہنگاموں سے اپنے باشندوں کو محفوظ رکھ سکتی ہے وہیں بے حساب سرمایہ کی بھی بچت کر سکتی ہے۔

برطانیہ کی فٹ بال پولیسنگ کے سربراہ چیف کانسٹیبل مارک رابرٹس کا خیال ہے کہ

”قطر ورلڈ کپ میں پریشانی کی کمی بڑی حد تک شراب کی تقابلی کمی کی وجہ سے تھی۔“

انہوں نے مزید کہا کہ

”گرفتاریوں کی کمی اس بات کی علامت ہے کہ وزراء کو برطانیہ کے فٹ بال گراؤنڈز میں شراب نوشی پر پابندیوں کو کم کرنے کے مطالبات کے خلاف مزاحمت کرنی چاہیے۔“

Chief Constable Mark Roberts, the UK's football policing lead, believes the lack of trouble at the Qatar World Cup was in large part due to the comparative scarcity of alcohol. He said the lack of arrests was a sign that ministers should resist calls to ease restrictions on drinking in UK football grounds.

”دین اسلام دین فطرت ہے۔ اسی وجہ سے اس نے شراب کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ اس سے عقل ماؤف ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے شاربِ خمر خیر و شر میں فرق نہیں کر پاتا ہے۔“

فیفا ورلڈ کپ کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ ایک اسلامی ملک کو 220 بلین ڈالر کی خطیر رقم خرچ کر کے اس کا انعقاد کرنا کیسا ہے اور یہ کہاں تک درست عمل ہے ان جیسے کئی سوالوں کے درمیان عوام وخواص کو اس ٹورنامنٹ سے پھوٹنے والی روشن کرنوں کو بھی اگنور نہیں کرنا چاہئے۔ اس ٹورنامنٹ کے بہانے سیکڑوں لوگوں کو اسلام اور مسلمانوں کو قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کا موقع میسر آیا ہے اور مخالفین کی جانب سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو جھوٹا پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کسی حد تک اس کے ازالہ کا بھی امکان ہے۔

☆☆☆

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”توحید کا اقرار بھلائی کا دروازہ کھولتا ہے اور گناہوں پر استغفار برائی کا دروازہ بند کرتا ہے۔“ (مجموع الفتاویٰ: 231/5)

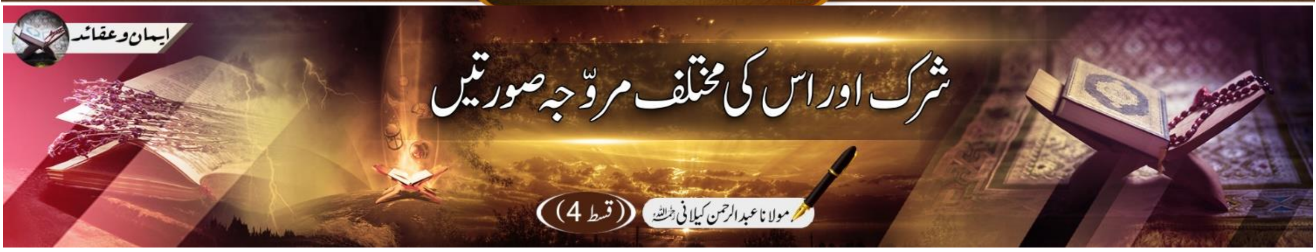
☆☆☆

دو عظیم ترین خصلتیں

امام یحییٰ ابن ابی کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

خصلتان إذا رأيتهما في الرجل فاعلم أن ما ورائهما خير منهما، إذا كان حابسا لسانه محافظا على صلاته.

”دو خصلتیں اگر تم کسی آدمی میں دیکھو تو جان لو کہ ان کے پیچھے جو ہے وہ ان سے بھی بہتر ہے اگر وہ اپنی زبان کو تھامے ہوئے ہو اور نماز کو قائم رکھے ہوئے ہو۔“ (الصمت للسیوطی: 97/1)



مظاہر (کواکب) پرستی اور اولیا پرستی میں مشترک اقدار

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شرک کی ان مختلف اقسام میں چند باتیں ایسی ہیں جو ہر قسم کے مشرکوں کے عقائد میں داخل ہیں اور وہ یہ ہیں:

1۔روح کا تعلق

ایک مظاہر پرست جب کسی بت کی پوجا کرتا ہے تو اس اعتقاد کے ساتھ کرتا ہے کہ یہ بت تو صرف پتھر یا دھات کا بت ہے۔ اس کی بذاتِ خود کوئی حیثیت نہیں۔ البتہ جس چیز یا دیوتا کا یہ بت ہے، اس کی روح کا تعلق اس بت سے بدستور قائم ہوتا ہے۔ اور جب بھی کوئی نیا بت اس دیوتا کی مخصوص شکل کے مطابق بنایا جاتا ہے تو اس نئے بت سے بھی اس دیوتا کی روح کا تعلق قائم ہوجاتا ہے۔ لہٰذا جب ہم اس بت کو پکارتے ہیں تو اس دیوتا کی روح قریب سے ہماری آواز سنتی ہے، پھر اس کا مداوا کرتی ہے۔ بعینہٖ اس طرح کا عقیدہ ایک قبر پرست کا ہوتا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ فوت شدہ بزرگ کی روح کا تعلق اس کی قبر سے بدستور قائم رہتا ہے۔ اور جب ہم ان کی قبر پر حاضری دیتے ہیں تو ان کی روح ہم سے خوش ہوتی ہے اور جب انہیں پکارتے ہیں تو وہ اس کا مداوا کرتے ہیں۔

قرآن ان دونوں قسم کے نظریات کو باطل قرار دیتا ہے۔ مظاہر کا اس لئے کہ وہ بے جان اور انسان کے خادم ہیں۔ ان میں زندگی یا روح کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سورج اگر ہمیں حرارت بخشتا ہے اور اس سے فصل پکتے یا بعض دوسرے فوائد حاصل ہوتے ہیں تو اس میں اس کا اپنا کچھ کمال نہیں کیونکہ یہ تاثیریں اللہ تعالیٰ ہی کی عطا کردہ ہیں۔ جیسے زہر انسان کو ہلاک کرتا ہے یا شہد شفا بخشتا ہے تو اس میں زہر یا شہد کا اپنا کچھ کمال نہیں۔

اور اولیاء اللہ کی روحیں تو ہوتی ہیں مگر وہ مرنے کے بعد اعلیٰ علیّین میں پہنچ چکی ہوتی ہیں۔ ان کا اپنی قبر سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ لہٰذا قبر پرست جو انہیں پکارتے ہیں، وہ تو ان کی پکار کو سن بھی نہیں سکتے۔ چہ جائیکہ ان کا جواب دیں یا تکلیف کا مداوا کریں۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے:

﴿وَمَن أَضَلُّ مِمَّن يَدعوا مِن دونِ اللَّهِ مَن لا يَستَجيبُ لَهُ إِلىٰ يَومِ القِيـٰمَةِ وَهُم عَن دُعائِهِم غـٰفِلونَ 0 وَإِذا حُشِرَ النّاسُ كانوا لَهُم أَعداءً وَكانوا بِعِبادَتِهِم كـٰفِرينَ﴾

"اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو ایسے کو پکارے جو قیامت تک اس کا جواب نہ دے سکے اور انہیں ان کے پکارنے کی خبر بھی نہ ہو۔ اور جب لوگ (قیامت کو) اکٹھے کئے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی پرستش سے انکار کر دیں گے۔" (سورۃ الاحقاف:5۔6)

اس آیت سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

1۔ یہاں من دون اللہ سے مراد صرف 'فوت شدہ بزرگ' ہی لئے جاسکتے ہیں۔ کیونکہ مظاہر قدرت سورج، چاند، آگ، درختوں وغیرہ کا حشر و نشر سے کوئی تعلق نہیں۔ نہ ہی ان کی دشمنی کا کچھ نقصان پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی دوستی کا کچھ فائدہ۔

2۔ یہ 'فوت شدہ بزرگ' پکارنے والے کی پکار کو قیامت تک نہیں سن سکتے تو پھر بھلا اسکا مداوا کیا کریں گے؟

3۔ ان 'فوت شدہ بزرگوں' کو پکارنے والا گمراہ ترین انسان ہوتا ہے۔

4۔ قرآن کریم نے اس پکار یا دعا کو عبادت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ ان کو پکارنا 'شرک' ہے۔

2۔نظامِ کائنات

ان دیوتاؤں، جھوٹے خداؤں یا اولیاؤں کے جواز میں مشرکین کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ جس طرح ایک بادشاہ کو اپنی مملکت کا نظام چلانے کے لئے امیروں وزیروں کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے بغیر نظامِ حکومت چل ہی نہیں سکتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی اس نظام کائنات کو چلانے کے لئے اپنے ماتحت مختلف ہستیوں کو مقرر کر رکھا ہے اور انہیں کچھ نہ کچھ اختیارات تفویض کر رکھے ہیں۔ جو مختلف امورِ کائنات کی نگرانی کا کام سرانجام دیتے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے مشرکین کی اس دلیل کو بھی باطل قرار دیا ہے۔ کیونکہ ایک بادشاہ آخر ایک کمزور سا انسان ہوتا ہے اور اکیلے نظام مملکت چلانا اس کے لئے ناگزیر ہے۔ وہ نہ تو ہر کسی کی بات سن سکتا ہے، نہ اس کا مداوا کر سکتا ہے، نہ ہی اپنی مملکت کے ہر کونے میں بذاتِ خود پہنچ سکتا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ ایسے تمام نقائص سے پاک ہے۔ وہ خالق ہے مخلوق نہیں۔ وہ مقتدرِ اعلیٰ ہے کمزور نہیں۔ لہٰذا اس نظام مملکت کے چلانے کے لئے کسی مددگار کی بھی ضرورت نہیں، وہ ہر جگہ حاضر بھی ہے اور ناظر بھی۔ ہر ایک کی ہر جگہ سے پکار سن بھی

سکتا ہے اور اس کا مداوا کرنے کا بھی اسے مکمل اختیار ہے۔ لہٰذا اسے ماتحت افسران کی کوئی ضرورت نہیں۔ ارشادِ باری ہے:

﴿وَقُلِ الحَمدُ لِلَّهِ الَّذى لَم يَتَّخِذ وَلَدًا وَلَم يَكُن لَهُ شَريكٌ فِى المُلكِ وَلَم يَكُن لَهُ وَلِىٌّ مِنَ الذُّلِّ ۖ وَكَبِّرهُ تَكبيرًا﴾

”اور کہو کہ سب تعریف اللہ ہی کو ہے جس نے نہ تو کسی کو بیٹا بنایا ہے، نہ ہی اس کی بادشاہی میں کوئی شریک ہے، اور نہ ہی وہ عاجز و ناتواں ہے کہ اس کا کوئی مددگار ہے، اور اس کو بڑا جان کر اس کی بڑائی کرتے رہو۔“ (سورۃ الاسراء:111)

3۔ توسل

نظامِ کائنات سے متعلق یہ تصور قائم کرنے کے بعد شیطان نے ان مشرکوں کو یہ راہ سجھائی کہ جس طرح ایک بادشاہ تک رسائی حاصل کرنے کے لئے اپنے قریبی افسروں سے تعلق پیدا کرنا ضروری ہوتا ہے، اسی طرح اللہ تک رسائی حاصل کرنے کے لئے ان چھوٹے خداؤں (نبیوں یا اولیاؤں سے رابطہ قائم رکھنا ضروری ہے تاکہ ہماری ضروریات باضابطہ طور پر (Through Proper Channel) شرفِ پذیرائی حاصل کر سکیں اور ہم اللہ کے قریب ہو سکیں۔ مشرکین کے اس عقیدہ کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

﴿وَالَّذينَ اتَّخَذوا مِن دونِهِ أَولِياءَ ما نَعبُدُهُم إِلّا لِيُقَرِّبونا إِلَى اللَّهِ زُلفىٰ﴾ (سورۃ الزمر: 3)

”اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے سوا دوست بنا رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں)، ہم تو ان کی صرف اس لئے عبادت کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے قریب کر دیں۔“ ایسے ہی درمیانی رابطہ کو جو کسی کے لئے ذریعہ قرب بن سکے، عربی زبان میں 'وسیلہ' کہتے ہیں۔ اور توسل بھی قرب کا ذریعہ تلاش کرنا ہے۔ مشرکین مکہ بھی وسیلہ سے یہی چھوٹے خداؤں کا درمیانی رابطہ مراد لیتے تھے۔ دورانِ حج وہ تلبیہ اس طرح پڑھا کرتے تھے:

«لَبَّيْكَ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ. إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ» (صحیح بخاری: 1549)

یعنی وہ حقیقی معبود اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھتے تھے۔ صرف اس قسم کے 'توسل' کی بنا پر انہیں مشرک قرار دیا گیا۔ مشرکین کی اس دلیل کا ردّ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کا مثبت جواب یہ دیا کہ تمہاری دعا و فریاد سننے کے لئے بھی کسی درمیانی واسطہ کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں کیونکہ میں تو تمہاری رگِ جان سے بھی تم سے نزدیک تر ہوں۔ ارشادِ باری ہے:

﴿وَإِذا سَأَلَكَ عِبادى عَنّى فَإِنّى قَريبٌ ۖ أُجيبُ دَعوَةَ الدّاعِ إِذا دَعانِ﴾ (سورۃ البقرۃ: 186)

”اور (اے پیغمبر) جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق سوال کریں تو ان سے کہہ دو کہ میں قریب ہی ہوں جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔“

اللہ تعالیٰ سے کی ہوئی دعا بعض دفعہ قبول ہو جاتی ہے اور بعض دفعہ نہیں بھی ہوتی۔ دعا کے قبول نہ ہونے کے بھی کئی اسباب ہیں، جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ دعا قبول ہو یا نہ ہو، ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر ایک جوتی کا تسمہ بھی مانگیں تو اسی اللہ سے مانگیں۔ اس قسم کا توسل بہر حال اللہ تعالیٰ کو سخت ناگوار ہے۔ اور وسیلہ کی جائز اور صحیح تر صورت یہ ہے کہ اپنے نیک اعمال کو وسیلہ بنایا جائے۔ یعنی اگر ہم نیک عمل کریں گے تو خود بخود اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا جائے گا۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

﴿يـٰأَيُّهَا الَّذينَ ءامَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابتَغوا إِلَيهِ الوَسيلَةَ وَجٰهِدوا فى سَبيلِهِ لَعَلَّكُم تُفلِحونَ﴾ (سورۃ المائدۃ: 35)

”اے ایمان والو! خدا سے ڈرتے رہو اور اس کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ تلاش کرتے رہو اور اس کے رستے میں جہاد کرو تاکہ نجات پاؤ۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جوں جوں انسان تقویٰ اختیار کرتا جاتا ہے، اللہ کا قرب حاصل کرتا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اور نجات پانے کا بہترین ذریعہ تو 'جہاد' (دین کو غالب کرنے کی محنت) ہے۔

4۔ سفارش

تمام مشرکین میں چوتھی قدرِ مشترک سفارش یا شفاعت ہے جو ان کے نظامِ کائنات والے مزعومہ عقیدہ کی ایک کڑی ہے۔ شفاعت کا اطلاق عام طور پر دفعِ مضرت کے لئے درمیانی رابطہ تلاش کرنے پر ہوتا ہے۔ ان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ جس طرح ایک مجرم انسان کو تھانے یا عدالت میں پیش ہونے سے پہلے اپنے بچاؤ کے لئے کسی سفارش کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح ہم جیسے گنہگاروں کو اس حقیقی معبود کی عدالت میں حاضر ہونے سے پیشتر ان چھوٹے خداؤں (یعنی دیوتاؤں یا اولیاؤں) کی سفارش بھی ضروری ہے۔ اسی ضرورت کے تحت ان معبودوں کے آگے سرِ عجز و نیاز خم کرتے ہیں، چڑھاوے چڑھاتے اور قربانیاں پیش کرتے ہیں۔ اور ہر وہ کام کرتے ہیں جو معبودِ حقیقی کے لئے سزاوار ہیں تاکہ یہ معبود ہم سے خوش رہیں اور ہماری سفارش کر دیں۔ مشرکین کے اس عقیدہ کو اللہ نے ان الفاظ میں ادا فرمایا ہے

﴿وَيَعبُدونَ مِن دونِ اللَّهِ ما لا يَضُرُّهُم وَلا يَنفَعُهُم وَيَقولونَ هـٰؤُلاءِ شُفَعـٰؤُنا

عِندَ اللّٰهِ ۚ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ﴾ (سورۃ یونس: 18)

"اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں، جو نہ تو ان کا کچھ بگاڑ سکتی ہیں اور نہ سنوار سکتی ہیں۔ پھر کہتے یہ ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ ان سے کہہ دو: کیا تم اللہ کو ایسی بات کی خبر دیتے ہو، اس کے علم میں آسمانوں اور زمین میں جس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔"

آیتِ بالا سے معلوم ہوا کہ مشرکین کا یہ عقیدۂ شفاعت سر تاپا باطل ہی باطل ہے جس میں ذرّہ بھر بھی حقیقت نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ دوسرے مقام پر فرماتا ہے:

﴿مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ...﴾

"کسی کی مجال ہے کہ وہ اللہ کے ہاں کسی کی سفارش کر سکے، اِلا یہ کہ اللہ کو خود منظور ہو۔" (سورۃ البقرۃ: 255)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایسے عقیدۂ شفاعت پر تکیہ کرنا باطل اور عبث ہے۔ کیونکہ جس 'بزرگ' سے ایسی توقع وابستہ کی جا رہی ہے، اسے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ اس کا اپنا انجام کیا ہو گا؟ پھر وہ دوسروں کو کیا ضمانت دے سکتا ہے یا دوسرے اس سے کیا توقع رکھ سکتے ہیں؟ البتہ اس آیت میں اِلا باذنہ کے الفاظ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس 'کلیۃً' میں کچھ گنجائش موجود ہے۔ یعنی کسی خاص بزرگ کی کسی خاص گنہگار کے حق میں سفارش قبول بھی ہو سکتی ہے اور اس کی شرائط درج ذیل ہیں:

1۔ سفارش کنندہ کو روزِ قیامت اپنی نجات اور خدا کی خوشنودی کا یقین ہو چکا ہو۔

2۔ جس کی سفارش کی جا رہی ہے، وہ نہ تو مشرک ہو اور نہ ہی عادی مجرم۔

3۔ ایسی سفارش بھی کسی زور یا دباؤ کے تحت قبول نہیں ہو سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا زور نہیں۔ وہ سب سے زیادہ زور آور اور غالب ہے۔ یہ سفارش بھی سفارش کی التجا اور اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کے نتیجہ کے طور پر مقبول ہو سکتی ہے اور یہی اِلا باذنہ کا مطلب ہے۔ اور اسی طرح کی سفارش انبیاء اور صالحین کریں گے جو مقبول ہو گی۔

دورِ نبوی کا ایک واقعہ ہے، قحط سالی کا دور تھا۔ ایک گنوار رسول اللہ کی خدمت میں آیا اور بارش کے لئے دعا کرنے کی التجا کی اور کہا کہ

«إنا نستشفع بك على الله ونستشفع بالله عليك»

یعنی "ہم آپ کی اللہ کے ہاں سفارش چاہتے ہیں اور اللہ کی سفارش آپ کے ہاں۔"

گنوار کی اس بات پر آپ لرزہ براندام ہو گئے اور سبحان اللہ، سبحان اللہ کہنے لگے۔ مشیتِ الٰہی کے آثار آپ کے چہرہ سے واضح طور معلوم ہونے لگے۔ پھر آپ نے اس گنوار کو کہا کہ تم کیسے بیوقوف ہو اور اللہ کو کسی کے ہاں سفارشی نہیں بناتے، تم اس کی عظمت کو کیا جانو۔ اس کی شان بہت بڑی ہے۔ اس کا عرش اس کے آسمانوں پر ہے۔ اور اپنے ہاتھ کو قبے کی شکل بنا کر سمجھایا اور کہا کہ اس کا عرش اللہ کی عظمت کی وجہ سے یوں چرچر بولتا ہے جیسے اونٹ کا پالان سوار کے بوجھ سے" (سنن ابو داود: 4101)

اس حدیث کی روشنی میں آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ روزِ قیامت سفارش کون کر سکے گا اور کس صورت میں کر سکے گا؟

3۔ ملائکہ پرستی

فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایک غیر مرئی اور نوری جاندار مخلوق ہے جن پر ایمان لانا 'ایمان بالغیب' کا ایک حصہ ہے۔ اور یہ ایمان لانا صرف ہم مسلمانوں پر ہی فرض نہیں بلکہ پہلی امتوں پر بھی فرض تھا کیونکہ اس کا ذکر تمام سابقہ الہامی کتابوں میں ملتا ہے۔

فرشتے بھی جسم رکھتے ہیں۔ ان میں سے بعض دو پروں والے، بعض چار پروں والے، بعض چھ پروں والے اور بعض کے پر اس سے بھی زیادہ ہیں۔ وہ آسمانوں کی طرف چڑھتے بھی ہیں اور آسمانوں سے زمین کی طرف اُترتے بھی ہیں۔ ان میں عقل و شعور تو ہے مگر اِرادہ و اختیار نہیں۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل پر ایسے ہی مجبور و بے بس ہیں جیسے سورج اور چاند وغیرہ۔ گویا ان کی اطاعت تسخیری ہے اختیاری نہیں۔ وہ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں، نہ ہی ان میں نسل کشی یا توالد و تناسل کا سلسلہ قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں ہر ایک کو الگ الگ ہی پیدا کیا ہے۔ ان کی تعداد بے حد و حساب ہے۔ یہ فرشتے اپنا الگ الگ تشخص اور نام بھی رکھتے ہیں۔

ان فرشتوں کا کام تدبیر اُمورِ کائنات ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نہ سر مو تجاوز کر سکتے ہیں نہ تقصیر، یہی ان کی عبادت ہے۔ بلکہ کام کی نوعیت کے لحاظ سے بعض فرشتے دوسروں سے افضل ہیں۔ سیدنا جبرئیل علیہ السلام کے ذمہ ایک اضافی ڈیوٹی یہ بھی تھی کہ وہ انبیاء و رسل تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے تھے۔ سیدنا عزرائیل علیہ السلام جاندار مخلوق کی اَرواح قبض کرنے پر مامور ہیں۔ سیدنا میکائیل علیہ السلام بادلوں پر مامور ہیں۔ جس وقت اور جس مقام پر اور جتنی اللہ تعالیٰ چاہے، وہاں اتنی ہی بارش ہوتی ہے۔ سیدنا اسرافیل کی ایک اضافی ڈیوٹی یہ ہے کہ وہ پہلی دفعہ صور میں پھونکیں گے تو روئے زمین پر کوئی جاندار مخلوق باقی نہ رہے گی اور دوسری دفعہ اس وقت پھونکیں گے جب میدانِ محشر قائم ہو گا۔ ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے بدستور لگے رہتے ہیں جو ان کے نیک اور برے اعمال کا ریکارڈ رکھتے ہیں۔ دوزخ پر بھی تند خو قسم کے فرشتے مقرر ہیں۔ قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ کے عرش کو آٹھ فرشتے اُٹھائے ہوں گے وغیرہ وغیرہ۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے ان کی بھی کئی قسم کی ذمہ داریوں کا پتہ چلتا ہے۔ فرشتے یہ کام کیسے سرانجام دیتے ہیں؟ یہ ہمیں معلوم نہیں، نہ ہم یہ جاننے کے مکلف ہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندی، مصری اور یونانی تہذیب میں دیوتاؤں اور دیویوں کا عقیدہ اسی عقیدۂ ملائکہ

سے ماخوذ ہے جو کئی لحاظ سے غلط ہے، مثلاً:

1۔ دیوی دیوتاؤں میں نر و مادہ کا سلسلہ موجود ہے، لیکن فرشتوں میں نر و مادہ کی سرے سے کوئی تمیز ہی نہیں۔

2۔ دیوی دیوتاؤں میں توالد و تناسل کا سلسلہ بھی موجود ہے جیسا کہ ویدن (Weden) کی ایک بیوی تسلیم کی جاتی ہے جس کا نام فرگ (Frigg) یا فرگا (Frigga) ہے۔ اور ان کے بیٹے کا نام تھار (Thor) لیکن فرشتوں میں توالد و تناسل کا کوئی سلسلہ نہیں۔

3۔ دیوی دیوتاؤں کو صاحبِ اختیار و ارادہ مخلوق تسلیم کیا گیا ہے جو ایک دوسرے سے الجھتے، لڑپڑتے ایک دوسرے پر غالب ہوتے ہیں لیکن فرشتے ان باتوں سے پاک ہیں۔

4۔ دیوی دیوتا اپنے پجاریوں کی عبادت سے خوش ہوتے اور ان کی مشکل کشائی اور حاجت روائی کی طاقت رکھتے ہیں کیونکہ صاحبِ اختیار و ارادہ ہیں۔ لیکن فرشتے تو صاحبِ اختیار و اِرادہ ہیں ہی نہیں، لہٰذا اُن سے ایسی توقعات عبث ہیں۔

غالباً انہی وجوہ کی بنا پر مسلمانوں کے ایک عقل پرست فرقہ نے ملائکہ سے کائنات کی تسخیری قوتیں مراد لی ہیں لیکن یہ تعبیر بھی غلط ہے کیونکہ صریح نصوص کے خلاف ہے۔

کہا جاسکتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ایسی مقتدرِ اعلیٰ ہستی ہے جیسا کہ اس کی صفات بیان کی جاتی ہیں تو اسے تدبیر اُمورِ کائنات میں فرشتوں سے بھی مدد لینے کی کیا ضرورت تھی؟ نیز یہ کہ اگر نظامِ کائنات ایسے ہی چل رہا ہے تو پھر ملائکہ کے بجائے دیوتاؤں کا نام لے لینے سے کیا فرق پڑ جاتا ہے؟ تو ان سوالوں کا جواب یہ ہے کہ لفظ 'شریک' کا اطلاق صرف اس وقت ہوتا ہے جب وہ 'مشرک' صاحبِ ارادہ بھی ہو۔ میں اگر قلم اور دوات سے کچھ لکھتا ہوں تو یہ قلم اور دوات میرے شریک نہیں بلکہ آلہ کار ہیں۔ اسی طرح ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کے آلہ کار کی حیثیت تو دی جاسکتی ہے، شریک کی نہیں۔ اس کے برعکس دیوی دیوتا چونکہ صاحبِ اختیار و ارادہ تسلیم کئے گئے ہیں، اس لئے ان کی حیثیت شریکِ کار کی ہے نہ کہ آلہ کار کی۔

اِس صریح فرق کے باوجود انبیاے سابقہ کی اُمتوں پر اسی یونانی، مصری اور ہندی تہذیبوں کا اتنا اثر پڑا کہ وہ ملائکہ کو بھی وہی کچھ کہنے لگے جو دیوی دیوتاؤں سے سمجھا جاتا تھا۔ ان فرشتوں میں نسلی امتیاز بھی قائم کیا گیا اور انہیں اللہ تعالیٰ کی اولاد سمجھا جانے لگا۔ مزید ستم یہ کہ وہ ان فرشتوں کو زیادہ بیٹیاں یا بیویاں ہی قرار دیتے تھے۔ اور یہی 'فرشتیاں' ان کے معبود تھے۔ قرآنِ کریم نے ان مشرکین عرب کے اس عقیدہ کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

﴿وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ إِنٰثًا﴾ (سورۃ الزخرف: 19)

”ان لوگوں نے فرشتوں کو، جو دراصل رحمن کے بندے ہیں، دیویاں بنا رکھا ہے۔“

اِن مشرکین کا ایک دیوتا 'ہبل' تھا۔ ابوسفیان سپہ سالارِ مشرکین مکہ نے جنگ اُحد کے اختتام پر اُعلُ الھبل کہہ کر اس کے نام کا نعرہ لگایا تھا لیکن زیادہ تر ان کی دیویوں کی ہی پرستش ہوتی تھی۔ ایک دیوی کا نام 'لات' (الٰہ کا مؤنث) تھا جسے اللہ تعالیٰ کی بیوی سمجھا جاتا تھا۔ دوسری دیوی کا نام 'عزیٰ' (عزیز کی مؤنث) اور تیسری کا نام 'منات' تھا جو غالباً اللہ تعالیٰ کی لڑکی سمجھی جاتی تھی۔

لات کا استھان طائف میں تھا اور بنو ثقیف اس کے پجاری اور اس حد تک معتقد تھے کہ عام الفیل میں جب ابرہہ ہاتھیوں کی فوج لے کر مکہ پر چڑھائی کرنے آیا تو ان ظالموں نے محض آستانہ لات کو بچانے کی خاطر اور مکہ کا رستہ بتلانے کے لئے اپنے آدمی فراہم کئے حالانکہ باقی اہل عرب کی طرح اہل ثقیف بھی یہ مانتے تھے کہ کعبہ اللہ کا گھر ہے۔

عزیٰ قریش کی خاص دیوی تھی اور اس کا استھان مکہ اور طائف کے درمیان وادی نخلۃ میں تھا۔ قریش اور دوسرے قبائل عرب اس کی زیارت کو آتے، نذریں چڑھاتے اور اس کے لئے قربانیاں کرتے تھے۔ کعبہ کی طرح اس کی طرف بھی قربانی کے جانور لے جائے جاتے اور تمام بتوں سے بڑھ کر اس کی عزت کی جاتی تھی۔

'منات' کا استھان مکہ اور مدینہ کے درمیان بحر احمر کے کنارے 'قدید' کے مقام پر واقع تھا۔ بنو خزاعہ اور اوس و خزرج کے لوگ اس کے بہت معتقد تھے۔ اس کا حج اور طواف کیا جاتا اور قربانیاں چڑھائی جاتیں۔ بیت اللہ کا حج کرنے والے جب طواف بیت اللہ اور عرفات اور منیٰ سے فارغ ہوجاتے تو وہیں سے 'منات' کی زیارت کے لئے لبیک پکارنا شروع کردیتے۔ اس طرح اس 'دوسرے حج' کرنے والوں کو صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے انہیں شرکیہ عقائد و افعال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿أَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى 0 وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰى 0 أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثٰى 0 تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزٰى﴾ (سورۃ النجم: 19-22)

”بھلا تم نے اس لات اور عزیٰ اور تیسری منات دیوی پر بھی کچھ غور کیا۔ کیا بیٹے تمہارے لئے ہیں اور بیٹیاں اللہ کے لئے؟ یہ تو سخت ناانصافی کی بات ہوئی!“

ان آیات کی رو سے مشرکین عرب تین کبیرہ گناہوں کے مرتکب تھے:

1۔ غیر اللہ کی پرستش جو کہ قطعاً ناقابل معافی گناہ ہے۔

2۔ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد ٹھہرانا، جو شرک کی سب سے بڑی قسم ہے۔

3۔ اور اولاد بھی وہ جسے وہ اپنے لئے قطعاً پسند نہیں کرتے۔

☆☆☆



الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله، أما بعد

اللہ رب العالمین ہم سب کے خالق ومالک ورازق ہیں اور اللہ رب العالمین کا احسان عظیم ہے کہ اس نے ہمیں یہ دین حنیف عطا کیا۔ دین حنیف وہ خیر کی کنجی جو انسان کو اعتدال کی راہوں پر گامزن کر دے ان ہی اعتدال کی راہوں میں سے ایک راہ نکاح ہے، یہ وہ سفر ہے جس پر چل کر نہ صرف انسان اپنی خواہشات اور نظر کی حفاظت، فتنوں سے بچاؤ کا راستہ اختیار کرتا ہے دوسری جانب یہی وہ راستہ ہے جس میں اللہ رب العزت نے سکون رکھا ہے اور اگر انسان کو دنیا میں سکون کی دولت مل جائے تو اس سے بڑی کوئی بھلائی نہیں اور اگر یہ دولت اور نعمت نصیب نہ ہو تو عالیشان محلوں میں رہنے والے بادشاہ مخملی بستروں پر کروٹیں بدل کر ان کے جسم تھک جاتے ہیں لیکن سکون انہیں نصیب نہیں ہوتا اور یہی وہ دولت ہے جو اللہ رب العزت نے عائلی زندگی میں قدم رکھنے والوں کیلئے رکھی ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے کہ

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾ (سورۃ الروم:21)

”اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری جنسوں ہی سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان سے سکون حاصل کرو اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کر دی یقیناً غور کرنے والوں کیلئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔“

اور یہ سکون بھی انہیں کو حاصل ہو گا جس نے اپنے نکاح کی بنیادوں کو درست رکھا لڑکی کے نکاح کے لیے معیار کیا رکھا گیا۔

إِذَا أَتَاكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ خُلُقَهُ وَدِينَهُ فَزَوِّجُوهُ

”جب تمہارے پاس بیٹی یا بہن کے نکاح کے لیے نکاح کا پیغام آئے اگر اس کا اپنے رب سے تعلق پیارا ہو اور اس کا مخلوق سے رویہ اچھا ہو تو اپنی بیٹی یا بہن کا اس سے نکاح کر دو۔“ (سنن ابن ماجہ:1967)

لڑکے کے نکاح کیلئے

لڑکی سے نکاح اس کے حسن وجمال، مال ومتاع، حسب ونسب، دین کی وجہ سے کیا جاتا ہے تم دین کو ترجیح دینا۔

اور یہی وہ گھرانہ ہو گا جو دینی ماحول وتربیت کی وجہ سے پُر سکون ہو گا اس میں ماحول یہ ہو گا کہ شوہر جب بیوی کو دیکھے گا تو وہ اسے اپنے سلیقے، خدمت، محبت سے خوش کر دے گی وہ حکم دے گا اطاعت کرے گی غیر حاضر ہو گا تو اپنی عزت کی اس کے مال اور بچوں کی حفاظت کرے گی۔

اور اگر ان بنیادوں پر عائلی زندگی میں قدم نہ رکھا جائے تو انسان بے اعتدالی کا شکار ہوتا ہے اور نہ صرف سکون کی نعمت سے محرومی مقدر بنتی بلکہ وہ ایک کے بعد ایک فتنہ کا شکار ہو کر اپنی زندگی کو تباہی کے چوکھٹ پر لا کر کھڑا کر دیتا ہے جہاں وہ ایک ناکام شوہر یا بیوی، ناکام اولاد، ناکام سربراہ ہوتا ہے۔ آج امت مسلمہ بھی انہی فتنوں سے دوچار ہے اور ان فتنوں میں سے ایک ”موبائل“ کا فتنہ ہے جہاں اس کے بے شمار فوائد ہیں اس سے کہیں زیادہ اس کے نقصانات ہیں جن کی وجہ سے آج کئی گھرانے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں، کتنے گھروں کے چراغ بجھ گئے، کتنی ہی بیٹیاں طلاق لے کر گھروں میں بیٹھ گئیں، کتنے ہی بچے والدین سے محروم ہو گئے، کتنے ہی والدین بچوں کی آواز سننے اور ملنے جلنے کو ترس گئے۔

یہ مضمون مندرجہ ذیل 2 نکات پر مشتمل ہے:

1۔ موبائل فون کے تباہ کن اثرات

2۔ گھر برکت کا گہوارہ کیسے بنائیں؟

1۔ موبائل فون کے تباہ کن اثرات

ایمان پر اثرات

انسان (مرد ہو یا عورت) کی فطرت میں ہے کہ وہ حیا اختیار کرتا ہے اور حیا پر ابھارنے والی چیز انسان کا ایمان ہوتا ہے اور حیا وایمان لازم وملزوم ہیں ان میں سے ایک چلا جائے تو دوسرا خود بخود رخصت ہو جاتا ہے۔ اس فطرت حیا کو جو آدم وحوا علیہما السلام کے اندر بھی موجود تھی کہ جب شیطان نے دھوکہ دیکر ان کو پھل کھلا دیا تو بے حجاب ہونے کے بعد وہ اپنے اپنے وجود کو پتوں سے ڈھانپنے لگے یہی فطرت کا تقاضا بھی ہے لیکن دور حاضر کی یہ ایجاد انسان کے اندر سے حیا وایمان کو رخصت کر رہی ہے انسان صرف ایک کلک پر بے حیائی کی ہر حد عبور کر سکتا ہے۔ فحش فلمیں، گندے لٹریچر (بے حیائی اور سیکس) کے نام پر پوری دنیا میں کتنی ہی ویب سائٹس ہیں جو مسلمان کے ایمان کا سودا کر رہی ہیں جبکہ سرتاج رسل ﷺ نے یہ فرمایا:

الحَيَاءُ مِنَ الإِيمَانِ، وَالإِيمَانُ فِي الجَنَّةِ،

وَالبَذَاءُ مِنَ الجَفَاءِ، وَالجَفَاءُ فِي النَّارِ

"حیا ایمان میں سے ہے اور ایمان جنت میں لے جاتا ہے اور بے حیائی کوڑا کرکٹ ہے اور کوڑا کرکٹ آگ میں لے جاتا ہے۔(جامع ترمذی:2009)

ایسا مواد دیکھنے، اپلوڈ کرنے اور ان فحش چیزوں میں دن ورات بسر کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ قرآن ان کے خلاف کیا اعلان کرتا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾

"جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے کے آرزو مند رہتے ہیں ان کیلئے دنیا وآخرت میں دردناک عذاب ہے اللہ سب کچھ جانتا ہے اور تم کچھ نہیں جانتے۔" (سورۃ النور:19)

اور جس کے اندر حقیقت میں حیا ہو گی تو وہ ایمان سے بھی مزین ہو گا اس کیلئے بھلائی کے راستے ہی پیدا ہوں گے، فرمان گرامی ہے:

"جس میں بے حیائی ہوتی ہے وہ اسے عیب دار بنا دیتی ہے۔" (جامع ترمذی)

انسان اس موبائل کی زندگی میں رہ کر بے حیا بن کر اپنے ہر عضو کو برائی کے راستوں پر چلا دیتا ہے جو ہاتھ کیلئے حلال نہیں ہوتا ہاتھ سے وہ سب کچھ تلاش کرتا ہے، جو آنکھ کیلئے حلال نہیں وہ اس سے گناہ کی چیزیں دیکھتا ہے جو کان کیلئے حلال نہیں اُن سے وہ سنتا ہے اور یہ سب زنا کے راستے ہیں جو اس کو اس سے بھی بڑے گناہ کی طرف مائل کر دیتے ہیں۔

سرتاج رسل ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"آدمی اپنے تمام حواس سے زنا کرتا ہے، دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے، غیر اخلاقی بات چیت زبان کا زنا ہے، آواز سے لذت لینا کانوں کا زنا ہے، ہاتھ لگانا اور ناجائز مقصد کیلئے چلنا ہاتھ اور پاؤں کا زنا ہے، بدکاری کی یہ تمام تمہیدیں جب پوری ہو جاتی ہیں تب شرمگاہیں یا تو اس کی تکمیل کر دیتی ہیں یا تکمیل کرنے سے رہ جاتی ہیں۔(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

جو انسان نظام قدرت کی مخالفت پر اُتر آتا ہے تو اس کا دل رب تعالیٰ کے خوف سے خالی ہو جاتا ہے وہ ایمان جیسی نعمت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور وہ اپنے ہوس کی تکمیل کیلئے درندگی پر بھی اتر سکتا ہے اور اسی طرح اس ایجاد نے کتنے باایمان لوگ بے ایمان کر دیئے ہیں۔

خاندانی زندگی پر اثرات

کتنے ہی پھول سے گھرانے تھے جن میں خوب محبت ادب واحترام تھا پھر اس موبائل کے آنے کے بعد یہ سب آہستہ آہستہ ختم ہو گیا اپنی ذمہ داریوں میں کوتاہی کی فضا قائم ہوئی جو آہستہ آہستہ جا کر قطع رحمی پر ختم ہوئی انسان نے جب موبائل کا غلط استعمال کیا تو اپنے خوبصورت محرم رشتوں اوران کی محبت سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

اس ایجاد نے ایک کلک سے اس کو ایمان اور حجاب کی فضا سے اٹھا کر بے ایمانی اور بے حجابی بلکہ فحش کی آلودہ فضا میں جا پھینکا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ﴾(سورۃ النور:30)

"اے نبی ﷺ ان مؤمن مردوں سے کہیں کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کیلئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے۔"

اسی طرح عورتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

﴿وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ﴾(سورۃ النور:31)

"اے نبی ﷺ ان مؤمنہ عورتوں سے کہیں کہ اپنی نظروں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔"

اور ڈرنا چاہیے مومن مردوں اور عورتوں کو کہ ممکن ہے کہ آج وہ خیانت کر لیں، دھوکہ دے دیں، جھوٹ بول کر بچاؤ کر لیں لیکن ایک دن آنے والا ہے جس دن کوئی بھید نہیں رہے گا اور پھر رسوا ہونا پڑے گا ہر اس مرد یا عورت کو جو خیانت کرنے والا اور بے حیا ہو گا کیونکہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يَا وَيْلَتَنَا مَالِ هَٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا ۚ وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا﴾

"اور نامۂ اعمال سامنے رکھ دیئے جائیں گے اور تم مجرموں کو دیکھو گے کہ وہ اس کی تحریر سے خوفزدہ ہو رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے (ہائے کم بختی) یہ کیسی کتاب ہے جس نے کوئی چھوٹا بڑا عمل شمار کیئے بغیر نہیں چھوڑا اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا سب موجود پائیں گے۔" (سورۃ الکہف:49)

اور جب کہ بحیثیت والدین ان سے تقاضا تو یہ تھا کہ:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ (سورۃ التحریم:6)

"اے اہل ایمان! اپنے نفسوں اور اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ۔"

ایک شوہر اور بیوی جو بظاہر علانیہ ایک دوسرے کے ساتھ sincerity دکھا رہے ہیں بتا رہے ہیں لیکن خلوت میں ان تمام برائیوں اور حدود کو پامال کر رہے ہیں جو اللہ رب العزت نے ان کیلئے قائم کی ہیں کیا انہوں نے یہ فرمان رسول ﷺ نہیں سنا:

اللہ کے پیارے حبیب نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا میں ایسے لوگوں کے بارے میں تمہیں نہ بتاؤں جو روزِ قیامت کو آئیں گے، تہامہ کے پہاڑ جتنی نیکیاں لائیں گے اللہ رب العزت ان کی نیکیوں کو دھول بنا کر اڑائیں گے میرے صحابہ وہ تمہارے بھائی ہیں اور

تمہارے خاندانوں سے ہوسکتے ہیں جس طرح تم تہجدیں پڑھتے ہو وہ بھی پڑھتے ہوں گے اور وہ اپنی قوم میں جب وہ خلوت میں جاتے ہیں (موقع ملتا ہے اللہ کی حدود کو پامال کرنے کا) اللہ کی حدود کو پامال کرنے میں ڈرتے نہیں۔

فیس بک اور اس کے ٹولز پر سکون حاصل کرنا سکون نہیں اپنے نفس کو دوپل کا مزہ دینا سکون نہیں، اتنے کم خرچ پر گھنٹوں کے پیکجز کرا کر خلوتوں کو آلودہ کرنا سکون نہیں ان سب کا حساب ہونا ہے، ایک دن آنا ہے جب ہر ایک کو جوابدہ ہونا پڑے گا اس سے پہلے خود کو صحیح کرلو اور اسوۂ حسنہ پر عمل کرو جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي (سنن ابن ماجہ:1977)

"تم میں سب سے بہترین وہ ہے جو اپنے (بیوی بچوں) اہل وعیال کے ساتھ اچھا ہے اور میں اپنے اہل وعیال کے حق میں سب سے اچھا ہوں۔"

یہ موبائل اور اس کی ایک اندھا دھند تقلید ایک بیٹی کو اپنے رسول ﷺ کی نافرمانی پر اُبھار رہی ہے وہ اپنے ہر لمحے کی تصویر لیکر محفوظ کرلینا، چاہتی ہے اس کو علم نہیں کہ پیاری بیٹی یہ وہ دلدل ہے جس کا انجام اچھا نہیں، حدیث تو کہتی ہے۔

"اللہ کے ہاں سخت ترین عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔" (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

یہی بیٹی اس موبائل کی وجہ سے غلط چیزیں غلط لوگ Follow کرنے لگی ہے ان کو ہی اپنا آئیڈیل سمجھ رہی ہے اس بے حیائی کی چکاچوندنی اسے متاثر کررہی ہے ان جیسی بنا چاہتی ہے جبکہ رب کا قرآن حیا کی دعوت دے رہا ہے۔

﴿وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۖ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ ﴾

"مسلمان عورتوں سے کہو اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر اوڑھنیاں ڈالے رکھیں اور اپنی آرائش کو ظاہر نہ کریں۔" (سورۃ النور:31)

اس موبائل نے ایک بیٹے کیلئے نیٹ کیفے کو آج آسان کر دیا ہے کل جو بدنام ترین جگہوں میں شمار تھا آج مسلمان بچوں کے ہاتھوں میں ہے اوروالدین کی نظروں سے بچ کر اس موبائل کی خباثتوں سے دن رات اس سے آلودہ ہورہے ہیں اس کے شب وروز حرام چیزوں کے ساتھ گزر رہے ہیں اور وہ بھول گیا ہے کہ ایک دن آنا ہے جب اس کے اعضاء خود اسی کے خلاف گواہی دیں گے۔

﴿الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ (سورہ یٰس:65)

"ہم آج کے دن ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں گواہیاں دیں گے ان کاموں کی جو وہ کرتے تھے۔"

اس موبائل نے (بحیثیت ایک ساس اور بہو کے) دن بھر فضول گوئی، طنز ومزاح، چغلی وغیبت کی مجالس گرم کر دی ہیں۔ صبح سے لیکر شام تک کے سوشل میڈیا پر سٹیٹ منٹ کبیرہ گناہوں کو آسان کررہے ہیں اور قطع رحمی کی طرف گامزن ہیں، کتنا ستا سودا ہے جو نفس نے کیا ہے جبکہ پیارے حبیب ﷺ کا فرمان ہے:

"نیکی کا حکم، برائی سے روکنے یا اللہ کا ذکر کرنے کے علاوہ تمام باتیں اس پر وبال ہیں یعنی پکڑ کا ذریعہ ہیں۔" (جامع ترمذی)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

"لوگوں کو ناک کے بل دوزخ میں گرانے والی ان کی زبان ہی کی بری باتیں ہوں گی اور جب تک تم خاموش رہو گے (زبان کی آفت سے) بچے رہو گے اور جب کوئی بات کرو گے تو تمہارے لیے اجر یا گناہ لکھا جائے گا۔ (طبرانی)

اور کیسا نامۂ اعمال ہے جو انسان اس موبائل کے ذریعے تیار کررہا ہے اور بھول گیا ہے کہ

﴿مَّا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾

"(انسان) منہ سے کوئی لفظ نکال نہیں پاتا مگر اس کے پاس نگہبان تیار ہے۔" (سورۃ ق:18)

صحت پر اثرات

"دو نعمتیں ایسی ہیں جو انسان کے پاس ہیں لیکن اس کی قدر کم ہی لوگ کرتے ہیں ان نعمتوں میں غفلت کا شکار ہیں ایک صحت دوسری فراغت یہ وہ عظیم نعمتیں ہیں جس کی قدر یا تو کوئی مریض کے علم میں ہے یا اس کے جس کے پاس زندگی سے لطف لینے کیلئے مزید وقت نہیں جہاں اس موبائل نے بڑوں کے رشتوں میں خرابیاں پیدا کیں ہیں وہاں بچوں کی ذہنی وجسمانی نشوونما میں Slow poison کا کردار ادا کیا ہے۔ یہ ویڈیو زبچوں میں ہمدردی خیال تعاون کی فضا کو ختم کرکے بے حس اور قتل وغارت کی شرح کو تیزی سے بڑھا رہی ہیں بے حسی کی فضا نے آپس میں بہن، بھائیوں کے خوبصورت رشتہ کو تیزی سے تبدیل کر دیا ہے ان یہودیوں کے بنائے ہوئے گیمز ہمارے مقدس مقامات اور مقدس چیزوں کی بے حرمتی کرکے ان ننھے بچوں کی غیر اخلاقی تربیت کررہے ہیں اور مقدس چیزوں کی ہیبت اور عظمت کو ختم کیا جارہا ہے اور نہ صرف یہ بلکہ اس سے نکلنے والی شعائیں مرگی کے دورے کا موجب بنتی ہیں، کثرت سے کھیلنے

والے بچوں کے ہاتھوں میں ریشہ کی بیماری پیدا ہوتی ہے، بچوں میں ہڈیوں عضلات کی بیماری پیدا ہوگئی ہے، بچے نفسیاتی مریض ہوگئے ہیں، مایوسی کی شرح میں اضافہ ہوا ہے خطرناک گیمز کی بدولت کتنے بچے خودکشی کر چکے ہیں، بچوں میں چڑچڑا پن پیدا ہوا ہے طرح طرح کی منشیات کے استعمال اور جدید اسلحوں کی تعلیم نے بچوں میں جرائم کی شرح کو تیز کر دیا ہے نوجوان نسل Brain Tumer کا شکار ہے، بے جا ہر وقت استعمال سے ٹریفک حادثات کی شرح بڑھ گئی ہے، بیشک جدید سہولیات سے فائدہ اٹھانا بحیثیت امت مسلمہ ہمارے لیے بہت ضروری ہے کہ ہم اس سے اپنے دین کی تبلیغ میں بہترین کردار ادا کر سکیں لیکن اس سے قبل ہمیں ہمارے بچوں کی تربیت کرنی ہے تاکہ ہم چیزوں کے مثبت استعمال کے طریقے سیکھ سکیں اور بحیثیت ایک خاندان ہر ایک کو باور کرانا پڑے گا کہ ہم اب اتنے بھی کمزور نہیں کہ اپنی سوچ اور عمل بدل نہ سکیں۔

2۔گھر برکت کا گہوارہ کیسے بنائیں؟

اس میں اللہ کے رسول ﷺ کی چار نصیحتیں مد نظر رکھیں جو ہمارے گھر کو مثالی، برکت کا گہوارہ اور اپنا کھویا ہوا مقام واپس دلا سکتی ہیں اور یہ اصول بحیثیت شوہر بھی ہیں اور کچھ بحیثیت بیوی بھی ہیں۔ اسلام صرف ایک سے تقاضا نہیں کرتا اسلام دونوں سے ان کے حقوق کا مطالبہ کرتا ہے۔ مرد کی ذمہ داری ہے کہ اکیلا جنت کے خواب نہ دیکھے خود نمازیں پڑھتا رہے، بیوی بچوں کی پرواہ نہیں کہ ان کے شب و روز کہاں گزر رہے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ تہجد کیلئے اٹھتے تو بیوی کو بھی اُٹھاتے۔قُوْمِي يَا عَائِشَة! اے عائشہ! آپ بھی اٹھو اور تہجد ادا کرو۔ اللہ کے رسول شادی کے بعد بھی جا کر سیدہ فاطمہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کو تہجد کیلئے اٹھایا کرتے، شوہر کو چاہیے اپنی یہ ذمہ داری پوری کرے وہ قوام ہے اس کی ذمہ داری ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ (سورۃ التحریم 6:)

"اپنے آپ کو اور اہل وعیال کو جہنم کے عذاب سے بچاؤ۔"

اس کے مقابلے میں بیوی کی ذمہ داری ہے کہ شوہر کی اطاعت کرے اور اس کے بچوں کی بہترین تربیت کرے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا قریش کی عورتوں کی تعریف کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

إحناء على زوج أرعاه على ولد

"یہ ٹوٹ کر شوہر کا اہتمام کرتی ہیں، بچوں کی خوبصورت تربیت کرتی ہیں۔"

مرد کی دوسری ذمہ داری ہے کہ اپنے بیوی بچوں پر اخراجات کرنے کو عبادت سمجھے لیکن وہ خرچ کیا ہوا مال شرط یہ ہے کہ حلال ہو ورنہ حرام کی خباثتیں ان کی زندگیوں کو آلودہ کر دیں گی اور یہ خرچ کرنا مرد کی ذمہ داری ہے۔

إِنَّكَ مَا أَطْعَمْتَ زَوْجَتَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ، وَمَا أَطْعَمْتَ وَلَدَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ، وَمَا أَطْعَمْتَ خَادِمَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ، وَمَا أَطْعَمْتَ نَفْسَكَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ

"جو حلال روزی تم بیوی کو کھلاؤ گے وہ تمہارے لیے صدقہ ہے جو حلال روزی تم اپنی اولاد کو کھلاؤ گے تمہارے لیے صدقہ ہے جو حلال روزی اپنے ماتحت لوگوں کو کھلاؤ گے تمہارے لیے صدقہ ہے جو اپنے آپ کو حلال روزی کھلاؤ گے تمہارے لیے صدقہ ہے۔" (المعجم الکبیر: 734)

اس کے مقابلے میں عورت کو چاہیے کہ اپنے خاوند کی خدمت میں کمی نہ چھوڑے اپنے بچوں کی تربیت کی حفاظت کرے، ان سے رحم کا معاملہ کرے، ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں آپ نے پوچھا شوہر کی خدمت کرتی ہو؟ کہا کبھی کمی نہیں کی حتی کہ عاجز آجاؤں، کہا اپنے خاوند کی خدمت کا خیال کرنا

فَإِنَّمَا هُوَ جَنَّتُكِ أَوْ نَارُكِ (مؤطا:952)

پس بیشک وہ تمہاری جنت ہے اور جہنم بھی۔

اور بیوی کو چاہیے کہ شوہر کے ساتھ بچوں کی صحت کا خیال کرے خواہ وہ جنسی صحت ہو، ظاہری صحت ہو یا باطنی صحت ہو ان کے ساتھ رحم کا معاملہ رکھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

ہر درخت کا پھل ہوتا ہے اور ہر دل کا پھل اولاد ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتے جو اپنی اولاد پر رحم نہیں کرتا۔" (سنن ابن ماجہ)

خاوند کو چاہیے وسیع الظرف، برداشت اور حلم والا ہو، اپنی بیوی اور اولاد کے معاملے میں برداشت کرے، رسول اللہ ﷺ کا اخلاق تو یہ تھا کہ گھر کے کام کاج بھی کرتے اس کو معیوب نہ سمجھتے، آپ کپڑے ٹانک لیتے، جوتا خود درست کر لیتے، دودھ نکال لیتے، ڈول کی رسی ٹھیک کر لیتے۔ کمی کوتاہی ہو جائے بیوی سے تو برداشت کرے، نظرانداز کرے اور اپنے بچوں کے ساتھ دوستانہ فضا قائم کرے ان کی غلطیوں کو نظر انداز کرے۔ اس کے مقابلے میں عورت کو چاہیے بصیرت کو اختیار کرے، تربیت میں بصیرت کو آگے رکھے۔

چوتھا اور آخری اصول جو مرد اور عورت دونوں سے مطلوب ہے کہ وہ تقوی اختیار کرنا ہے:

﴿وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوا اللَّهَ﴾

"تم سے پہلے جن کو ہم نے کتاب دی تھی انہیں بھی یہی ہدایت کی تھی اور اب تم کو بھی یہی ہدایت کرتے ہیں کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔" (سورۃ

النساء:131)

اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کا تقویٰ خود ایسا تھا کہ آپ کو خود بھی جوابدہی کا ڈر تھا تو ایک شوہر اور بیوی کو اپنی جوابدہی کا اپنے خاندان کی جوابدہی کا کتنا ڈر ہونا چاہیے آخرت کیلئے ان کو کتنا تیار ہونا چاہیے اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں :

اللہ کی قسم! مجھے نہیں معلوم کہ آخرت کے روز میرے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں۔(صحیح بخاری)

اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے خوف کا عالم یہ تھا، کہتے ہیں اے کاش! میں درخت ہوتا کہ مجھے جانور کھاتے اور کاٹ دیا جاتا۔

چڑیوں کو دیکھ کر کہتے: اے پرندوں! تمہیں مبارک ہو کہ جہاں چاہتے ہو چلتے ہو جس درخت کے سائے میں چاہتے ہو بیٹھے رہتے ہو اور قیامت میں تم سے کوئی حساب ہو گا نہ کتاب، کاش سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی تمہاری طرح ہی ہوتا۔

تقویٰ کا وہ معیار ہے جو ہم سے مطلوب ہے آپ کسی بھی درجے پر ہیں ایک شوہر یا ایک بیوی، آپ بیٹے ہیں یا بیٹی، آپ ساس ہیں یا بہو آپ خاندان کا جو بھی رکن ہیں اعتدال کی راہوں کو اپنائیں مثبت انداز اختیار کریں، چیزوں اور ایجادات کے استعمال کا صحیح طریقہ سیکھیں۔ اس کے منفی پہلو سے خود کو بچا کر رکھیں۔

دعاؤں سے علاج کریں

ہدایت تقویٰ پاکدامنی کیلئے رب کے حضور یہ دعا کریں۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدَى وَالتُّقَى وَالْعَفَافَ وَالْغِنَى (صحیح مسلم:2721)

اے اللہ! بیشک میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، پاکدامنی اور بے نیازی کا سوال کرتا ہوں۔"

اپنے آپ کو گناہوں کی آلودگی سے بچانے کیلئے دعا کریں۔

اَللّٰهُمَّ أَلْبِسْنَا لِبَاسَ التَّقْوَى، وَأَلْزِمْنَا كَلِمَةَ التَّقْوَى، وَاجْعَلْنَا مِنْ أُولِي النُّهَى، وَأَمِتْنَا حِينَ تَرْضَى، وَأَدْخِلْنَا جَنَّةَ الْمَأْوَى، وَاجْعَلْنَا مِمَّنْ بَرَّ وَاتَّقَى، وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى، وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى، وَاجْعَلْنَا مِمَّنْ تُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى، وَتُجَنِّبُهُ الْعُسْرَى، وَاجْعَلْنَا مِمَّنْ يَتَذَكَّرُ فَتَنْفَعُهُ الذِّكْرَى، اللّٰهُمَّ اجْعَلْ سَعْيَنَا مَشْكُورًا، وَذَنْبَنَا مَغْفُورًا، وَلَقِّنَا نَضْرَةً وَسُرُورًا، وَاكْسُنَا سُنْدُسًا وَحَرِيرًا، وَاجْعَلْ لَنَا أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤٍ، وَحَرِيرًا

"اے اللہ! ہمیں تقویٰ کا لباس پہنا اور ہمیں تقویٰ والی بات پر قائم فرما، ہمیں عقل والوں میں شامل فرما، موت دے ہم کو جب تو (ہم سے) راضی ہو جائے، ہمیں جنت ماؤی میں داخل فرما، متقی لوگوں میں شامل فرما، نیکی کرنے والوں، بھلائی کی تصدیق کرنے والوں اور اپنے نفس کو خواہشات کی پیروی سے باز رکھنے والوں میں سے بنا، ہمیں ان میں سے بنا جن کیلئے تو آسانی مہیا کرتا ہے اور جنہیں مشکل سے دور رکھتا ہے ہمیں ان میں سے بنا، جنہیں نصیحت فائدہ دے، اے اللہ! ہماری کوشش کی قدر دانی فرما، ہمارے گناہ بخش دے ہمیں تازگی اور خوشی عطا فرما، ہمیں سندس اور ریشم کا لباس پہنا، ہمیں سونے موتی اور ریشم کے کنگن دینا۔" (مصنف ابن ابی شیبہ)

بیویوں اور اولادوں سے ٹھنڈک کا دامن چاہیے تو یہ دعا کریں :

﴿ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا﴾

"اے ہمارے رب! ہمیں اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے اور ہم کو پرہیز گاروں کا امام بنادے۔" (سورۃ الفرقان:74)

اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ پہلے لکھنے والے پھر باقی سب لوگوں کو حقیقتاً اپنی اصلاح کی توفیق دے اور جس طرح ہماری جلوتیں نیک ہیں ہماری خلوتیں اس سے زیادہ صاف و پاک ہوں۔ آمین یارب العالمین

قارئین کرام! کیا خیال ہے کہ اگر آپ اپنے گھر میں پانچ سال کے بچے کو سگریٹ ہاتھ میں لیئے کش لگاتا ہوا دیکھیں تو آپ کا رد عمل کیا ہو گا؟ اور اگر اس سے زیادہ خطرناک مثال دی جائے تو یہ کہ اگر آپ اسی پانچ سال کے بچے کو گھر میں شراب کی بوتل ہاتھ میں پکڑا ادھر اُدھر گھومتا پھرتا دیکھیں تو آپ کا رد عمل کیا ہو گا؟ یقیناً آپ ڈر جائیں گے، لیکن یقین جانیے، اسی سے ملتی جلتی بلکہ اس سے زیادہ مضر اشیاء ہم اپنے بچوں کو بلا تردد دیئے جارہے ہیں ایک ریسرچ کے مطابق موبائل فون بچوں کے دماغوں میں وہی ہارمونز تخلیق کرتا ہے جو سگریٹ اور شراب جیسی اشیا پیدا کرتی ہیں اور اب تو مغرب میں بھی یہ سوال اٹھایا جا رہا ہے کہ اگر سگریٹ اور شراب پر 18 سال کی عمر کی قید ہے تو موبائل فون پر کیوں نہیں ہے؟ جبکہ ان تمام چیزوں کے نقصانات برابر ہیں۔ ایک ریسرچ کی گئی کہ ایک عام شرابی اور ایک پکے اور عادی شرابی میں کیا فرق ہے، تو جو ایک فرق انہیں سب سے زیادہ نظر آیا وہ یہ تھا کہ پکا شرابی جب صبح اٹھتا ہے تو اسے سب سے پہلے شراب کی طلب ہوتی ہے، اب آپ پوری ایمانداری کے ساتھ بتائیں کہ آپ صبح اٹھنے کے بعد پہلے 15 منٹ میں کیا کرتے ہیں؟ ایک ریسرچ کے مطابق 95 فیصد لوگ صبح اٹھنے کے بعد 15 منٹ میں اپنے موبائل فونز کو چیک کرتے ہیں جس پر ان کا واٹس اپ، سوشل میڈیا فیڈز اور دوسری چیزیں شامل ہیں۔ ایک اور ریسرچ کے مطابق ایک درمیانی عمر کا نوجوان یعنی کہ 12 سے 19 سال کی عمر کے درمیان وہ

اپنے دن کا چھ سے نو گھنٹے روزانہ موبائل فون پر گیمز اور ویڈیوز دیکھ کر صرف کرتا ہے یعنی کہ ایک نوجوان جتنا سوتا نہیں ہے اس سے کہیں زیادہ وقت وہ موبائل پر صرف کر رہا ہے۔ ایک اور سروے کے مطابق جس میں تقریباً پانچ، ساڑھے پانچ ہزار افراد سے یہ سوال پوچھا گیا کہ پچھلے ایک ہفتے میں آپ نے موبائل فون کہاں استعمال کیا یعنی کس جگہ استعمال کیا؟

جواباً 46 فیصد لوگوں نے یہ بتایا کہ ہم نے بستر پر لیٹے ہوئے اپنا موبائل فون استعمال کیا مگر اس سے بھی زیادہ حیران کن بات یہ ہے کہ بعض لوگوں نے بتایا کہ انہوں نے اپنا موبائل فون باتھ روم میں استعمال کیا اور ان لوگوں کی تعداد 32 فیصد تھی۔ یہ بات آپ کو حیران کن ضرور لگ رہی ہو گی لیکن آپ غور کریں کہ آپ دن میں کتنی بار اپنا موبائل اٹھاتے ہیں۔ ایک عام آدمی عمومی طور پر دن میں 250 مرتبہ اپنا موبائل فون چیک کر رہا ہے۔ ہم اپنے گھر والوں کے ساتھ کھانا کھا رہے ہوں گے مگر ہم ان کے ساتھ نہیں ہوتے، ہم اپنے بچوں کے ساتھ بیٹھ کر کچھ کام کر رہے ہوں گے مگر ہمارا دماغ ہماری سوشل میڈیا یا فیڈز پر ہو گا، ہمارا جسم تو وہاں ہے مگر ہمارا دماغ کہیں اور ہو گا۔ تو اب اس بات کو قبول کرنا مشکل نہیں ہے کہ موبائل سے جتنا ایک عام آدمی فائدہ اٹھا رہا ہے اس سے کہیں زیادہ نقصان اٹھا رہا ہے لیکن ہمیں اس بلا سے کیسے لڑنا ہے اور اس حل کو سب سے پہلے اپنے اوپر لاگو کریں۔ اپنے آپ سے شروع کریں اور اگر آپ کو اس جنگ میں فتوحات حاصل ہو جائیں تو آپ خود دوسروں کے سامنے ایک مثال بن کر آ سکیں گے۔

1۔ صبح اٹھ کر اپنے اوپر ایک پابندی لگائیں کہ آپ ایک یا دو گھنٹے تک موبائل فون استعمال نہیں کریں گے۔

2۔ رات سونے سے پہلے اس چیز کو یقینی بنائیں کہ آپ کا موبائل فون آپ کے پاس نہ ہو، اپنے ہاتھوں کی پہنچ سے دور رکھیں۔

3۔ رات 8 سے لیکر صبح آٹھ تک اپنے موبائل ڈیٹا پر کرفیو لگا دیں۔

4۔ ہفتہ یا اتوار میں سے کوئی ایک دن اس بات کو یقینی بنائیں کہ کوئی ایک دن بغیر موبائل فون کے گزاریں یقین جانیے کوئی قیامت بپا نہیں ہو گی۔

اللہ کے پیارے نبی ﷺ کی ایک دعا ہے کہ

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ، وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا (صحیح مسلم:2722)

"اے اللہ میں تجھ سے ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع دینے والا نہ ہو اور ایسے دل سے جو ڈرنے والا نہ ہو اور ایسے نفس سے جو سیر ہونے والا نہ ہو اور ایسی دعا سے جو قبول ہونے والی نہ ہو۔"

صبح سے رات تک تمام پیغامات کا جائزہ لیں اور سوچیں کہ آپ نے جو پیغامات موصول کیئے یا بھیجے ان سے آپ کو کتنا فائدہ حاصل ہوا۔

یقین جانیئے 95 فیصد جو آپ نے آگے بھیجا یا موصول کیا وہ بے فائدہ چیزیں تھیں، اور اسی لیے روزانہ اپنی دعاؤں میں اس دعا کو شامل کریں کہ

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ، وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا (صحیح مسلم:2722)

آج کل ہم سب تیز انٹرنیٹ کی تلاش میں ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہمیں فاسٹ انٹرنیٹ کی نہیں، انٹرنیٹ فاسٹ کی ضرورت ہے یعنی انٹرنیٹ کے روزے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین

☆☆☆

آب چشم سے لکھنے کے قابل

علامہ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنھوں علم حاصل کرنا اور علماء کی مجلسوں میں بیٹھنا ترک کیا اور عبادات میں خود کو مصروف رکھا۔

وہ اس قدر عبادات میں مصروف رہے کہ ان کی کھالیں خشک ہو گئیں پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ انہوں نے سنت کی خلاف ورزی کی اور مسلمانوں کا خون بہانا شروع کر دیا۔

مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی الہ نہیں. جس نے بھی علم کے بغیر کوئی عمل کیا تو اس کے عمل میں فساد کا عنصر اصلاح سے زیادہ ہو گا۔"

(الاستذکار از ابن عبد البر: 616/8)

☆☆☆

علامہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جو خود کو ویسا ڈھال دے جیسا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ ویسا کرے گا جیسا وہ چاہتا ہے۔

اور جو اللہ کی مشیت اور ارادے کے مطابق عمل کرے گا تو اس کے لئے لوہا موم ہو جائے گا۔

اور جس نے اس کے لئے حرام چیزوں کو ترک کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی توقع سے کہیں زیادہ عطا کرے گا۔

(طریق الہجرتین: 25/1)

☆☆☆



حدیث نمبر:46

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضي الله عَنْهما قَالَ : «كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ، وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ نَقِيَّةٌ وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ، وَالْعِشَاءَ أَحْيَاناً وَأَحْيَاناً إِذَا رَآهُمْ اجْتَمَعُوا عَجَّلَ؛ وَإِذَا رَآهُمْ أَبْطَئُوا أَخَّرَ، وَالصُّبْحُ كَانَ النَّبِيُّ صلّى الله عليه وسلّم يُصَلِّيهَا بِغَلَسٍ».

[رواه البخاري، كتاب مواقيت الصلاة، باب وقت المغرب، واللفظ له، برقم 560، ومسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب استحباب التبكير بالصبح في أول وقتها، وهو التغليس، وبيان قدر القراءة فيها، برقم 646.]

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ ظہر کی نماز زوال ہوتے ہی پڑھ لیا کرتے تھے۔ اور عصر کی نماز پڑھتے جبکہ سورج ابھی صاف چمکتا ہوتا مغرب کی نماز پڑھتے جب سورج غروب ہو جاتا اور عشاء کی نماز کبھی جلدی اور کبھی دیر سے پڑھتے۔ جب دیکھتے کہ لوگ جمع ہو گئے ہیں تو جلدی پڑھ لیتے، جب دیکھتے کہ لوگوں نے تاخیر کر دی ہے تو آپ بھی نماز میں تاخیر کر دیتے نبی کریم ﷺ صبح کی نماز اندھیرے (صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد) میں پڑھتے تھے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1 :يُصَلِّي الظُّهْرَ: ظہر کی نماز پڑھتے۔

2 :اَلْهَاجِرَةُ: زوال کے بعد سخت گرمی کا وقت۔ مراد اس سے اول وقت ہے موسم گرما ہو یا موسم سرما۔

3 : نَقِيَّةٌ: صاف جبکہ سورج ابھی زردی مائل نہ ہوا ہو۔

4 : إِذَا وَجَبَتْ: جب گر جائے، سورج جب غروب ہو جائے۔

5 : تَعَجَّلَ: جلدی کر لیتے۔

6 : اَخَّرَها: تاخیر کر دیتے۔

7 : اَبْطَأُوْا: جب وہ تاخیر کر دیتے۔

8 :اَلْغَلَسُ: ایسا اندھیرا جس میں صبح کی روشنی کی آمیزش ہو۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام

1۔ نبی کریم ﷺ کا عشاء کے علاوہ دوسری نمازیں اول وقت میں پڑھنا معمول تھا۔ نمازوں کو اول وقت میں پڑھنے میں نمازی میں خشوع و خضوع زیادہ ہوتا ہے کیونکہ وہ ذہنی طور پر مطمئن ہوتا کہ نماز کا وقت ابھی بہت باقی ہے لہٰذا وہ نماز کو سکون سے پڑھتا ہے جبکہ نمازوں کو تاخیر سے پڑھنے والا ذہنی طور پر جلدی میں ہوتا ہے جس کی وجہ سے نماز میں خشوع وخضوع اور اطمینان کا فقدان رہتا ہے۔ جبکہ عشاء کی نماز کا وقت باقی نمازوں کے مقابلے میں لمبا ہے اور جتنی رات گزرتی ہے اتنا ہی اس میں سکون آتا ہے، باقی نمازوں کی بنسبت عشاء کی نماز کو تاخیر سے پڑھنے میں خشوع وخضوع اور اطمینان زیادہ ہوتا ہے لیکن اگر لوگوں کی تکلیف ہو تو باجماعت نماز بہت زیادہ دیر سے نہیں پڑھنی چاہیے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ خود عشاء کی نماز میں لوگوں کا خیال رکھتے لوگ جلدی آجاتے تو آپ جلدی پڑھا دیتے اور اگر لوگ دیر سے آتے تو آپ دیر سے پڑھاتے۔ لیکن آپ نے دیر سے پڑھنے کو پسند فرمایا ہے۔

2۔ عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھنا افضل ہے اس کا آخری وقت نصف رات تک ہوتا ہے۔ بعض لوگ عشاء کی نماز کو فجر کی نماز تک موخر کرتے ہیں جو کہ درست نہیں ہے بلکہ آدھی رات سے پہلے پہلے پڑھ لینا چاہیے اور آدھی رات کا تعین سورج غروب ہونے اور صبح صادق کے طلوع ہونے کے درمیان کے کل وقت کا نصف آدھی رات کا وقت ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ عشاء سمیت ہر نماز باجماعت ادا کرنا ہی افضل و مسنون ہے۔

3۔ نمازوں کے اوقات امام مقرر کرے اور امام کے لئے مستحب ہے کہ نمازیوں کی رعایت رکھے۔

4۔ صبح کی نماز صبح صادق ہوتے ہی جلدی پڑھ لی جائے۔ روشنی پھیلنے کا انتظار نہ کیا جائے جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں حتی کہ بعض کے تو اوقات اتنے دیر سے ہوتے ہیں کہ سورج نکلنے سے دس پندرہ منٹ پہلے سلام پھیرتے ہیں یہ عملاجہاں خلاف سنت ہے وہاں ایسی نماز خشوع و خضوع اور اطمینان سے خالی ہوتی ہے جبکہ یہی تو نماز کا حسن ہے۔ فجر کی نماز جلدی اس لیے بھی پڑھنی چاہیے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا یہی معمول رہا ہے اور یقیناً نبی کریم ﷺ کا اسوہ ہی ہمارے لیے بہترین نمونہ اور اللہ تعالیٰ کی محبت پانے کا سبب وذریعہ ہے۔

5۔ نماز باجماعت ادا کرنا اولیٰ اور افضل ہے۔ اور اس کی بہت زیادہ تاکید ہے۔ انتہائی مجبوری کے بغیر اکیلے نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔

حدیث نمبر:47

عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ سَيَّارِ بْنِ سَلامَةَ قَالَ : «دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِي عَلَى أَبِي بَرْزَةَ الأَسْلَمِيِّ، فَقَالَ لَهُ أَبِي : كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي

الْمَكْتُوبَةَ؟ فَقَالَ : كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيرَ - الَّتِي تَدْعُونَهَا الأُولَى - حِينَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ، وَيُصَلِّي الْعَصْرَ، ثُمَّ يَرْجِعُ أَحَدُنَا إِلَى رَحْلِهِ فِي أَقْصَى الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ. وَنَسِيتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ. وَكَانَ يُسْتَحَبُّ أَنْ يُؤَخِّرَ مِنَ الْعِشَاءِ الَّتِي تَدْعُونَهَا الْعَتَمَةَ، وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا، وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا، وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلاةِ الْغَدَاةِ حِينَ يَعْرِفُ الرَّجُلَ جَلِيسَهُ، وَكَانَ يَقْرَأُ بِالسِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ». [رواه البخاري، كتاب مواقيت الصلاة، باب وقت العصر، برقم 547، وفي لفظ للبخاري، برقم 771: «وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ، أَوْ إِحْدَاهُمَا مَا بَيْنَ السِّتِّينَ إِلَى المِائَةِ»، ومسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب استحباب التبكير بالصبح في أول وقتها، وهو التغليس، وبيان قدر القراءة فيها، برقم 647.]

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

سیدنا ابو المنہال سیار بن سلامہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ میں اور میرے ابا جان سیدنا ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ان سے میرے ابا جان نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کب پڑھا کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: آپ ظہر کی نماز پڑھتے تھے جس کو تم اولی کے نام سے پکارتے ہو جبکہ سورج ڈھل جاتا اور عصر کی نماز پڑھتے پھر ہم میں سے ایک مدینے کے ایک کونے پر واقع اپنے گھر واپس لوٹتا اور سورج ابھی زندہ ہوتا اور میں بھول گیا کہ انہوں نے مغرب کے بارے میں کیا کہا: اور آپ پسند کرتے تھے کہ عشاء کی نماز کو مؤخر کر دیں جس کو تم عتمہ کے نام سے پکارتے ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء سے پہلے سونے اور اس کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند کیا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز سے پلٹتے جبکہ ایک شخص اپنے پاس بیٹھے شخص کو پہچان سکتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں ساٹھ سے سو تک آیات پڑھا کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1 : اَلْمَكْتُوبَة: فرض نماز:

2 : اَلْهَجِيرُ: ظہر کی نماز۔

3 : تَدْحَضُ الشَّمْسُ: سورج ڈھل جاتا ہے۔

4: إِلَى رَحْلِهِ: اپنے گھر کی طرف۔

5 : أَقْصَى الْمَدِينَةِ : شہر کا کونہ۔

6 : نَسِيتُ: میں بھول گیا۔

7 : الشَّمْسُ حَيَّةٌ: سورج زندہ ہے یعنی خوب چمکتا ہے۔

8 : كَانَ يَسْتَحِبُّ : پسند کرتے تھے۔

9 : اَلْعَتَمَةُ : نماز عشاء۔

10 : النَّوْمُ : نیند۔

11 : يَكْرَهُ : ناپسند کرتے تھے۔

12 : يَنْفَتِلُ : پلٹتے۔

13 : صَلٰوةُ الغَدَاةِ : صبح کی نماز۔

14 : جَلِيْسُ: ہم نشین، پاس بیٹھنے والا۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام

1۔ تابعین رحمۃ اللہ علیہم جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے متعلق دریافت کرتے تاکہ اپنے اعمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سنت کے مطابق کر سکیں اس میں باقی امت کے لیے سبق ہے کہ جب اپس میں دنیاوی معاملات کی وجہ سے ملاقات ہو تو اس میں کچھ نہ کچھ حصہ دین کے سیکھنے اور سکھانے کا بھی ہونا چاہیے اور دین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی اصل ہے ان کے عقیدے کے مطابق عقیدہ اور ان کے اعمال کے مطابق اعمال ہونے اور کرنے چاہیں۔

2۔ نمازوں کے نام اپنی زبانوں اور لہجوں میں رکھنے جائز ہیں جیسے ظہر کا نام بعض تابعین کے ہاں اولی تھا۔ جیسے ہمارے ہاں پاکستان کے بعض علاقوں میں ظہر کو پیشی، عصر کو دیگر مغرب کو نماشاں اور عشاء کو کفتاں وغیرہ کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نام رکھنا توقیفی نہیں ہیں بلکہ توفیقی ہیں صرف وہ نام رکھنے منع ہیں جن سے شریعت نے منع کیا ہے یا جو معنی کے لحاظ سے نامناسب ہیں۔

3۔ عصر کی نماز کا وقت ایک مثل سایہ سے شروع ہوتا ہے اور اس کو جلدی پڑھنا سنت ہے۔ نماز عصر ادا کرنے کے بعد سورج کی روشنی سفید ہونی چاہیے اور اگر سورج کی روشنی زرد ہو جائے تو ایسے وقت میں نماز ادا کرنا مکروہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کی نماز کو منافق کی نماز قرار دیا ہے۔

4۔ پہلی نماز کا آخری وقت ختم ہوتے ہی دوسری نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے سوائے نماز عشاء اور نماز فجر کے، نماز عشاء کا آخری وقت نصف رات کو قرار دیا گیا ہے اور نماز فجر کا وقت صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک ہے۔

5۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عموماً نماز عشاء کے علاوہ دیگر تمام نمازیں اول وقت میں ادا کر لیا کرتے تھے سوائے گرمیوں میں ظہر کی نماز کے۔ سخت گرمی میں ظہر کے قدرے دیر سے پڑھتے تھے۔

6۔ عشاء تاخیر سے پڑھنا افضل ہے۔ بشرطیکہ لوگوں کے لیے زیادہ مشقت نہ ہو۔

7۔ عشاء کی نماز سے پہلے سونا اور بعد میں دنیاوی باتیں کرنا ناپسندیدہ عمل ہے۔ مگر ضرورت کے تحت گفتگو کرنا جائز ہے۔ البتہ فضول گفتگو یا جس سے فجر کی نماز فوت ہونے کا اندیشہ ہو مکروہ ہے۔

8۔ نماز فجر صبح کے اندھیرے میں ادا کرنا سنت ہے اور صبح کی نماز باقی نمازوں کی بنسبت لمبی پڑھنا پڑھانا مسنون اور افضل ہے۔

9۔ نماز میں لمبا قیام افضل ہے مگر عام نمازوں میں امام کو چاہیے کہ معتدل نماز پڑھائے البتہ اکیلے میں لمبا قیام افضل ہے۔

10۔ اندھیرے میں نماز پڑھنا درست ہے مگر نماز کے لیے مصنوعی اندھیرا کرنا درست نہیں ہے۔ اور نہ ہی بہت زیادہ روشنی کرنا درست ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا۔



لوگوں کی باہم صلح کرانے کی فضیلت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِنْ نَجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ﴾(سورۃ النساء:114)

’’ان کی اکثر خفیہ سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں ہوتی، ہاں! بھلائی اس کے مشورے میں ہے جو خیرات کی، یا نیک کام کی، یا لوگوں میں صلح کرانے کی بات کرے۔‘‘

اسی طرح فرمایا:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ﴾(سورۃ الحجرات:10)

’’یقیناً تمام اہلِ ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، سو تم (ناراضگی کی صورت میں) اپنے بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو۔‘‘

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«كُلُّ سُلَامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ: مَا يَعْدِلُ بَيْنَ اثْنَيْنِ صَدَقَةٌ، وَيُعِينُ الرَّجُلَ فِي دَابَّتِهِ وَيَحْمِلُهُ عَلَيْهَا أَوْ يَرْفَعُ لَهُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ خُطْوَةٍ تَمْشِيهَا إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ، وَيُمِيطُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ.» (صحيح بخاری، كتاب الجهادوالسير، باب من أخذ بالركاب ونحوه: 2989-صحيح مسلم:1009)

’’ہر اس دن میں کہ جس میں سورج طلوع ہوتا ہے (یعنی روزانہ) انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ لازم ہے، پھر اگر وہ دو لوگوں کے درمیان انصاف کر دے تو یہ بھی صدقہ ہے، کسی کی سواری کے معاملے میں مدد کر دے، وہ اس طرح کہ اسے اس پر سوار کرا دے یا اس کا سامان اٹھا کر اس پہ رکھ دے تو یہ بھی صدقہ ہے، اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے، ہر وہ قدم جو نماز کے لیے اٹھتا ہے صدقہ ہے اور راستے سے جو وہ تکلیف دہ چیز ہٹا دیتا ہے تو یہ بھی صدقہ ہے۔‘‘

اس حدیث میں بھی صدقے کی مختلف صورتیں بیان ہوئی ہیں، ان میں سے ایک صورت دو لوگوں کے درمیان انصاف کرنا ہے، یہاں انصاف سے مراد یہ ہے کہ اگر دو مسلمان بھائی آپس میں ناراض اور قطع تعلق ہوں دونوں کے پاس الگ الگ جا کر دوسرے کی تعریف کی جائے اور اس کے محاسن بیان کیے جائیں اور اس کے متعلق اس دوسرے بھائی کی محبت اور چاہت بیان کی جائے، تاکہ اس کا دِل نرم پڑ جائے اور وہ صلح کے لیے تیار ہو جائے۔ انصاف کرے، یعنی اچھائیاں ہی بیان کرے، ایسا نہ ہو کہ دوسرے کی کوئی ایسی برائی ذکر کر دے جس سے ان کی رنجش ختم ہونے کی بجائے اور بھی بڑھ جائے۔

علاوہ ازیں انصاف یہاں اپنے حقیقی معنی میں بھی مراد لیا جا سکتا ہے کہ اگر دو مسلمان بھائیوں کا کسی معاملے میں تنازعہ ہو گیا ہے تو ان دونوں میں انصاف کرتے ہوئے جس کی زیادتی ہو اسے سمجھانا بجھانا چاہیے اور صاحبِ حق کو اس کا حق دِلا کر ان دونوں میں صلح کرا دینی چاہیے۔ اس کے علاوہ اس روایت میں صدقے کی اور بھی صورتیں بیان کی گئی ہیں، گویا یہ حدیث اس گزشتہ حدیث کی ہی تشریح ہے جس میں نبی مکرم ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی مذکور ہے کہ ہر نیک کام صدقہ ہے۔

سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ؟.» قَالُوا: بَلَى، قَالَ: «صَلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ، فَإِنَّ فَسَادَ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ.»

(سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في إصلاح ذات البين: 4919-سنن ترمذی، أبواب صفة القيامة، باب منه: 2509-مسند أحمد:444/6)

’’کیا میں تمہیں نماز، روزے اور صدقے سے بھی افضل درجے کا عمل نہ بتلاؤں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیوں نہیں (ضرور بتلائیے)، تو آپ ﷺ نے فرمایا: آپس میں صلح صفائی رکھنا (ان تمام سے افضل ہے۔) کیونکہ آپس کی بدسلوکی تو دِین کو مُونڈ کر رکھ دینے والی بات ہے۔‘‘

یعنی بدسلوکی دِین کا نام ونشان ہی ختم کر دیتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے باعث انسان بہت سی دیگر اخلاقی گراوٹوں کا شکار ہو جاتا ہے، مثال کے طور پر جب وہ اپنے مسلمان بھائی سے صلح رکھنے کی بجائے اس سے بدسلوکی رکھے گا تو اس سے بول چال بھی ختم کر دے گا، اس کے متعلق دِل میں حسد، بغض، کینہ اور نفرت پیدا کر لے گا، اس کے بارے میں اتہام والزام کا مرتکب ہو گا، اس کی غیبت اور چُغلی کرنے لگے گا، غرض یہ کہ ہر وہ کام کرنے پر اُتر آئے گا جس

سے دوسرے مسلمان بھائی کی تذلیل ہو سکے۔ تو گویا بدسلوکی بہت سی برائیوں کا باعث بنتی ہے اسی لیے اسے دِین کو مُونڈ کر رکھ دینے والا بُرا عمل قرار دیا گیا ہے۔

سیدہ اُمِ کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

«لَيْسَ بِالْكَاذِبِ مَنْ أَصْلَحَ بَيْنَ النَّاسِ، فَقَالَ خَيْرًا، أَوْ نَمَا خَيْرًا.»

(صحیح بخاری، كتاب الصلح، باب ليس الكاذب الذي يصلح بين الناس: 2692- صحيح مسلم، كتاب البروالصلة، باب تحريم الكذب وبيان ما يباح منه: 2605)

”وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں میں صلح کرائے (اور اس غرض سے) وہ اچھی بات کہہ بھی دیتا ہے اور کوئی اچھی بات چھپا بھی لیتا ہے۔“

سیدہ اُمِ کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَخِّصُ فِي شَيْءٍ مِنَ الْكَذِبِ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ، كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا أَعُدُّهُ كَاذِبًا الرَّجُلَ يَصْلُحُ بَيْنَ النَّاسِ يَقُولُ الْقَوْلَ لَا يُرِيدُ بِهِ إِلَّا الْإِصْلَاحَ، وَالرَّجُلَ يَقُولُ الْقَوْلَ فِي الْحَرْبِ، وَالرَّجُلَ يُحَدِّثُ امْرَأَتَهُ، وَالْمَرْأَةَ تُحَدِّثُ زَوْجَهَا.»

(سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في إصلاح ذات البين: 4921)

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو تین خلافِ حقیقت باتوں کے سوا کسی بات کو بیان کرنے میں رُخصت دیتے نہیں سنا، آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ میں اس شخص کو جھوٹا شمار نہیں کرتا جو لوگوں کے مابین صلح کرواتا ہے اور وہ کوئی (جھوٹی) بات کہہ دیتا ہے جس سے اس کا ارادہ فقط اصلاح کا ہوتا ہے، اور (دوسرا) وہ آدمی جو دورانِ جنگ کوئی (جھوٹی) بات کہتا ہے اور (تیسرا) وہ شخص جو اپنی بیوی سے کوئی (خلافِ حقیقت) بات بیان کرے اور بیوی اپنے خاوند سے ایسی کوئی بات بیان کرے۔“

اس حدیث میں تین امور میں جھوٹ بولنے کی رخصت دی گئی ہے بلکہ نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق درحقیقت یہ جھوٹ نہیں ہیں:

1۔وہ شخص جو 2 ناراض مسلمان بھائیوں میں صلح کراتا ہے اور ان کی ناراضگی دُور کرنے کے لیے ایک کے پاس دوسرے بھائی کے اس بارے میں اچھے خیالات اور تعریفی کلمات اپنی طرف سے ہی بنا کر بیان کر دیتا ہے کہ وہ تو تمہیں بہت اچھا سمجھتا ہے، تمہاری بہت تعریف کرتا ہے، تمہارے بارے میں اس کے خیالات لڑائی کے باوجود بھی بہت اچھے ہیں، اس نے تمہاری یہ تعریف کی، وہ تعریف کی، وغیرہ وغیرہ۔ تاکہ وہ اپنے بارے میں دوسرے بھائی کے اچھے تاثرات دیکھ کر اپنی ناراضگی ختم کردے۔

2۔ دورانِ جنگ دشمن کو شکست دینے کے لیے کوئی جھوٹی بات کہہ کر یا غلط افواہ اُڑا کر اسے دھوکہ دینا۔

3۔خاوند اور بیوی ایک دوسرے کو خوش کرنے کے لیے اگر کچھ خلافِ حقیقت بات کہہ دیں تو وہ بھی جھوٹ میں شمار نہیں ہوگا۔

☆☆☆

علامہ شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جب کوئی آدمی استغفار کرتا ہے تو دراصل وہ دو چیزیں مانگ رہا ہوتا ہے:

1۔برائیوں پر پردہ پوشی

2۔اور درگزر تاکہ وہ گناہوں پر سزا نہ دے۔

(الفتاوی: 87/16)

☆☆☆

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک رات دعا کر رہے تھے:

جس نے مجھ پر ظلم کیا اسے تو معاف فرما۔

یہ دعا انہوں نے بہت کثرت سے کی یہاں تک ان کے پڑوسی کو اگلے دن کہنا پڑا:

اے امام! کل رات آپ نے ظلم کرنے والے کے لئے اتنی دعا کی کہ مجھے خواہش ہوئی کہ کاش میں نے کبھی آپ پر ظلم کیا ہوتا۔

آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ امام نے فرمایا:

میں نے اللہ کا فرمان پڑھا:

﴿ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّـهِ﴾

”جو معاف کرے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔“

(شرح البخاری لابن بطال: 575/6)

☆☆☆

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

”برائی کا بدلنے لینے والے تین قسم کے لوگ ہیں:

1۔ظالم:

جو اپنے حق سے زیادہ لیتا ہے۔

2۔منصف:

جو اپنے حق کے برابر لیتا ہے۔

3۔محسن:

جو برائی معاف کرکے اپنے حق سے دستبردار ہوجاتا ہے۔

(جامع المسائل: 169/1)

☆☆☆



بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ڈاکٹر عبدالرب ثاقب ڈڈلی

آج کل ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ ملک الموت نے گھر دیکھ لیا ہے۔ آئے دن اہل علم، اساتذہ اور اقارب میں سے کسی نہ کسی کی وفات کی خبر ستم ڈھا رہی ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ ایک کی وفات کا صدمہ ابھی ہلکا بھی نہیں ہو پاتا کہ دوسرے صدمے کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا ہے۔ پچھلے کچھ ہی عرصے میں مادر علمی جامعہ دارالسلام نے اپنے کئی ایک قیمتی ہیرے کھوئے۔ یہی صدمہ کیا کم تھا کہ استاذ محترم علامہ حفیظ الرحمن اعظمی عمری کی وفات کی خبر دکھ پر دکھ دے گئی، جو بلاشبہ جامعہ کا کوہ نور تھے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون

1962ء کی بات ہے۔ 11 سال کا تھا کہ میرا داخلہ دوحیدرآبادی ساتھیوں محمد عبد اللہ اور محمد صادق الدین کے ساتھ جامعہ کی ابتدائی جماعت میں ہوا۔ غالباً تیسری جماعت میں پہنچا تھا کہ انجمن اصلاح الاخلاق کے سالانہ جلسہ کی صدارت کے لیے علامہ محترم تشریف لائے تھے، اور اس وقت ناچیز کو تقریر کے انعام اول میں مولانا سید جلال الدین عمری کی تصنیف "عورت اسلامی معاشرہ میں" دی گئی تھی۔ اس وقت معلوم ہوا کہ استاذ محترم جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فارغ ہو کر آئے ہیں۔

جامعہ کا نیا تعلیمی سال شروع ہوا تو ہماری خوش بختی تھی کہ آپ جامعہ میں استاذ بن کر تشریف لائے۔ ہم نے آپ سے ترجمہ قرآن حکیم اور بدایۃ المجتہد وغیرہ پڑھی۔ مولانا کے درس کی خوبی یہ تھی کہ آپ کتاب کے ساتھ ساتھ دینی شعور بھی جگاتے تھے۔ اسلام کی محبت اور جوش و جذبہ ہمارے سینوں میں ایسا بھرتے تھے کہ بسا اوقات میں آپ کی کلاس سے فارغ ہو کر اپنے کمرے میں جاتا تو جوش میں آکر اپنے صندوق پر زور دار گھونسا مارا کرتا تھا۔ لیکن اس جوش نے جب سنجیدگی کی صورت اختیار کر لی تو دین وملت کی صورت حال پر کڑھنا اور کچھ کر گزرنے کا منصوبہ بنانا میرا وطیرہ بن گیا۔

علامہ اعظمی کا طلبہ پر بڑا اثر تھا اور طلبہ آپ کی ہر ہر ادا کو نوٹ کرتے، اور اس کی نقل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ آپ کی تقاریر بہت ہی پُر جوش اور ولولہ انگیز ہوا کرتی تھیں کہ طلبہ ان کے دیوانے ہو گئے تھے۔ ہر ایک کی زبان پر استاذ محترم کا ذکر خیر ہوا کرتا تھا۔ آپ کے درس کا انداز ایسا نرالا تھا کہ طلبہ آپ کی باتوں پر کان دھرنے پر مجبور ہو جاتے تھے، جس کی وجہ سے آپ کے اسباق کی تیاری الگ سے کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ اس وقت آپ جوان تھے، تازہ تازہ پڑھ کر آئے تھے، اس لیے بھی آپ نے اپنی ساری صلاحیتیں طلبہ کے لیے نچوڑ دیں اور چاہتے تھے کہ آپ کا ہر شاگرد کچھ بن کر نکلے، ملک وملت اور انسانیت کو فائدہ پہنچائے اور اسلام و مسلمانوں کی فوز وفلاح کا ضامن ہو۔

1970ء میں جامعہ سے میری فراغت ہوئی۔ اس کے بعد استاذ محترم سے رابطہ منقطع ہو گیا۔

1990ء میں جب میں انگلینڈ پہنچا اور اس کے بعد ماہنامہ راہ اعتدال جاری ہوا تو اس کے ذریعے مولانا کی نگارشات پڑھنے اور ان سے مستفید ہونے کے مواقع ملتے رہے۔ طالب علمی کے زمانے میں ہم نے آپ کی تقریروں ہی کا مزہ چکھا تھا۔ اب جو تحریروں کا جادو شروع ہوا تو یہ سر چڑھ کر بولنے لگا۔ آپ کی کوئی تحریر ہاتھ لگتی تو جب تک پورا مضمون پڑھ نہ لیں، تسلی نہیں ہوتی تھی۔ تقریر کی طرح آپ کی تحریر بھی بالکل انوکھی اور دل میں اترنے والی ہوتی تھی۔ خصوصاً شخصیات پر جب لکھتے تو مختصر مضمون میں اس کی ساری خوبیوں کو سمیٹ کر رکھ دیتے اور تحریر ایسی مؤثر ہوتی کہ آپ کے مضامین کو پڑھنے والوں میں سے بعض کی تمنا ہوئی کہ

"کاش! متوفی شخص میں ہوتا، اور مولانا میرے متعلق ایسا مضمون لکھتے۔"

جب سے موبائل فون عام ہوا ہے، مولانا سے براہِ راست رابطے کے مواقع ملنے لگے تھے۔ گاہے بہ گاہے آپ سے گفتگو ہوتی تھی۔ ماہ نامہ صراط مستقیم لندن آپ کی نظر سے گزرتا تھا۔ اس میں میری کوئی تحریر نظر سے گزرتی تو اس کا ذکر کرتے اور سراہتے تھے۔ ناچیز کبھی پوچھتا کہ

"میرے لائق خواہ کوئی خدمت ہو تو بتائیے۔"

تو بڑی خوب صورتی سے ٹال دیتے تھے۔ رفیقۂ حیات کی جدائی کا اتنا اثر لیا کہ آپ کی زندگی اُتھل پتھل ہو گئی۔ اکثر یہ شعر پڑھتے:

دنیا کی محفلوں سے اکتا گیا ہوں یا رب!
کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بجھ گیا ہو

اور فرماتے تھے کہ بس! خاتمہ بالخیر کے لیے دعا کرو۔

2012ء کے اوائل کی بات ہے کہ میں نے اپنی دو کتابیں: رسول اکرم ﷺ کا آنسو بہانا اور اسلام کے معاشرتی مسائل (حصہ دوم) آپ کی خدمت میں بھیجی تھیں۔ آپ نے نہ صرف انہیں مطالعے کا

شرف بخشا، بلکہ اپنے حوصلہ افزا تبصرے سے بھی ممنون فرمایا۔ تبصرے کا یہ اقتباس جہاں آپ کی اعلیٰ ظرفی اور وسعت قلبی کا نمونہ ہے وہیں میرے لیے بہت معنی رکھتا ہے۔ مولانا نے تحریر فرمایا:

”اخیر میں مجھے صاحب کتاب کے بارے میں اپنے جذبات کے اظہار کی ذرا اجازت دیجیے۔ آپ میرے شاگرد رشید ہیں۔ آپ کا تدین، راست بازی اور اخلاص واخلاق آپ کا خاندانی ورثہ ہے۔ گھر کے تمام افراد طہارت و تقویٰ، صلہ رحمی علم دوستی مہمان نوازی، وضع داری اور اہل علم سے محبت واحترام میں ایک امتیازی شان رکھتے ہیں۔ آپ کے عم زاد بھائی مولانا عبد الرحمن ندوی صاحب سے 2005ء میں میری ملاقات قطر میں ہوئی۔ ممتاز عہدے پر فائز تھے۔ ان کے تواضع وانکسار کو دیکھ کر میں نے کہا کہ آپ کے سب بھائی، بھتیجے، اولاد، داماد میرے شاگرد ہیں، بس آپ ہی بچ گئے۔ صدق دل سے کہا:

”دیر کیا ہے، ابھی آپ مجھے بھی شاگرد بنا لیجیے، میں اس کے لیے پوری طرح آمادہ ہوں۔“

مصنف کے بزرگوں سے مجھے ہمیشہ محبت ملی اور عزیزوں نے احترام دیا۔ آپ نثر کے ساتھ نظم بھی موقع اور مناسبت سے لکھنے پر قادر ہیں۔ آپ کا ترنم سامعین کو مسحور کر دیتا تھا۔ جامعہ کی انجمنوں اور مشاعروں میں آپ کی آواز کا جادو سر چڑھ کر بولتا تھا۔ خطیب کے ساتھ طبیب بھی ہیں۔ انگلستان میں رہ کر ڈاکٹر صاحب اپنی عمری برادری کے ارکان اور دیگر دردمند حضرات کے ساتھ ماہ نامہ صراط مستقیم، برمنگھم میں بڑی با مقصد تحریروں اور مقالات کے ساتھ اخوت اسلام کی عالمگیر تعلیمات کی اشاعت میں بہت سرگرم رہتے ہیں۔ صراط مستقیم پڑھتا ہوں تو دل گواہی دیتا ہے

مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری

اللہ رب العزت ان کے صحیح اور مستند پیغام کو دیارِ مغرب میں رہنے والے اردو داں مسلمانوں کی رشد واصلاح کا ذریعہ بنائے اور زبانیں نماز سے باہر بھی إِهْدِنَا الصِّرَاطَ المستقیم کا ورد وظیفہ جاری رکھ کر تلاش حق میں اپنے آپ کو مصروف پائیں۔ صحیح اسلام ہی دارین کی سعادت کا ضامن ہے۔

بہر حال! ڈاکٹر عبد الرب پر رب کی نوازشیں بے پایاں ہیں۔ اللہ ان کی ہر خدمت کو شرف قبول بخشے، آمین۔“ (راہ اعتدال، اپریل 2016)

اللہ تعالیٰ استاذِ محترم کے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ فرمائے اور اعلیٰ علیین میں ٹھکانا بخشے۔ آمین

اب ہم بھی ٹھہرے ہوئے ہیں کوئی دم بھر کے واسطے
دوستو! فانی ہے دنیا، استاذ ہمارے چل بسے

☆☆☆

علامہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا:

”غصہ بھیڑیئے کی طرح ہے۔ اگر اسے کھلا چھوڑ دیا گیا تو اپنے مالک کو کھا جائے گا اور نفسانی خواہش آگ کی مانند ہے۔ جو اسے بھڑکائے گا اسی کو جلا کر راکھ کر دے گی۔“

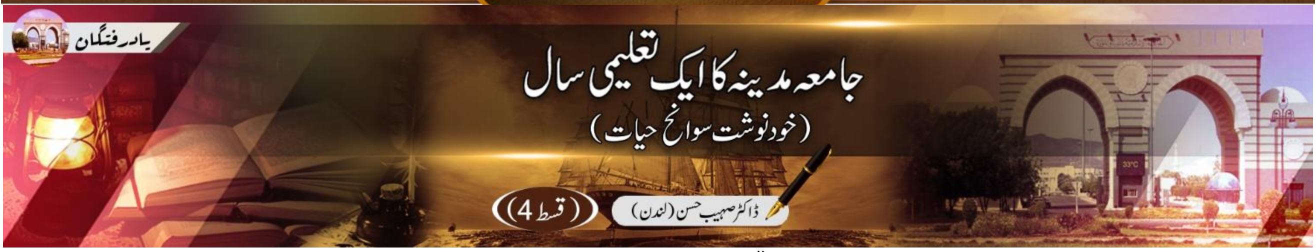
(الفوائد: 159)

☆☆☆

اُستاذِ محترم علامہ حافظ حفیظ الرحمٰن اعظمی عمری مدنی (سابق ناظم جامعہ دارالسلام عمرآباد)

استاذِ محترم مرے استاذِ محترم — رب کریم خاص کرے آپ پر کرم
خدمات جو بھی ہیں وہ عظیم وکبیر ہیں — ان کی کوئی نظیر نہیں، بے نظیر ہیں
تھی زندگی حسین مگر صاف وسادہ تھی — عقبیٰ کی فکر آپ کو بے حد زیادہ تھی
تقریر میں بھی درک تھا، تحریر بےمثال — نزدیک و دور جس کی نہیں ہے کوئی مثال
اردو ہو یا کہ عربی مہارت تھی آپ کو — علم وادب سے اک محبت تھی آپ کو
عامل حدیث وسنت خیر الوریٰ پہ تھے — قربان جان و دل سے سدا مصطفیٰ پہ تھے
شاگرد ابن باز کے البانی کے بھی تھے — گویا ہر ایک پہلو سے اونچے سدا رہے
ثاقب دعا ہے میری خدائے کریم سے — فردوس ہو عطا انہیں لطف رحیم سے

ڈاکٹر عبدالرب ثاقب ڈڈلی



جامعہ مدینہ کا ایک تعلیمی سال

(خود نوشت سوانح حیات)

ڈاکٹر صہیب حسن (لندن)

(قسط 4)

دورانِ قیامِ جامعہ، ہمارا دوسرا حج

6 ذوالحجہ 1383ھ (18 اپریل 1964ء) بروز ہفتہ صبح سویرے تین چھوٹی بڑی گاڑیوں میں جامعہ کی طرف سے ہمارا قافلہ مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوتا ہے۔ شیخ البانی اپنی گاڑی میں سوار تھے۔ ظہر کی نماز مستورہ میں ادا کی۔ مغرب تک ہم جدہ پہنچ چکے تھے، جہاں تین گھنٹے قیام کے دوران منظور حسین شاہ صاحب سے ملاقات کا موقع میسر آیا۔ پھر قافلہ نے مکہ روڈ کا رخ کیا۔ مکہ سے قبل ایک چھوٹی سی بستی بُحرہ نام کی آتی ہے جہاں شب باشی کے لیے خیمے لگائے گئے۔

7 ذوالحجہ: فجر سے ڈیڑھ گھنٹے قبل ہم حرم پہنچ چکے تھے اور نماز فجر سے پہلے عمرہ کی ادائیگی سے فارغ ہو چکے تھے۔

ایک افسوسناک خبر علم میں آئی کہ ایک یمنی مزدور نے سندھ (پاکستان) کے ایک شخص کو پیسے کے لالچ میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔

ہم سیدھے منیٰ چلے آئے، وہیں عمرے کے آخری عمل یعنی سر منڈانے کا کام سر انجام دیا، محمد العَدَوی (جریدۃ العرب، کراچی کے مدیر کے صاحبزادے) سے ملاقات ہوئی، تو ہم باتیں کرتے خیمے تک آ پہنچے۔

8 ذوالحجہ: منیٰ میں سارا دن قیام رہا، میں جس سہ رکنی ٹیم سے وابستہ تھا، اس کے ذمے کھانے پینے کے بعد برتنوں کو دھونے دھلانے کا کام سپرد کیا گیا تھا۔ لوگ سوال وجواب کے لیے ہمارے خیمے کا رخ کر رہے تھے اور شیخ البانی اپنی مسند پر ایستادہ لوگوں کی تشفی کر رہے تھے۔

9 ذوالحجہ: یوم عرفہ، ظہر سے دو ساعت قبل ہم عرفات کی طرف روانہ ہوئے، سنت کے مطابق ہم عرفات سے قبل مسجد نمرہ سے متصل وادی عرفہ میں اترے۔

ظہر وعصر جماعت کے ساتھ مسجد سے باہر ہی ادا کی۔ پھر گاڑیاں ہمیں جبل الرحمہ کے قریب لے آئیں جہاں پہلے ہم ظہرانے سے لطف اندوز ہوئے، پھر جبل الرحمہ کے دائیں میں کھڑے ہو کر ہم اس عظیم رکن کو بجا لانے کے لیے کمربستہ ہوئے جسے وقوف عرفہ کہا جاتا ہے یعنی ہاتھ اٹھا اٹھا کر ڈھیر ساری دعائیں کرنا، کچھ وقت قرآن کی تلاوت اور ذکر واذکار میں گذارا اور پھر جونہی سورج کی ڈوبتی ٹکیہ آنکھوں سے غائب ہوئیں، ہمارا قافلہ مزدلفہ کی طرف کوچ کر گیا۔ مزدلفہ میں ایک کھلے میدان میں قالین بچھائے گئے۔ مغرب وعشاء کی نماز ادا کی گئی پھر عشائیہ کا اہتمام ہوا اور پھر رات ڈھلنے کے ساتھ ساتھ ہم لوگ کمبل اپنی گردنوں تک اوڑھے ہوئے نیند کی آغوش میں چلے گئے، رات انتہائی سرد تھی لیکن صبح کی اولین ساعتوں میں ہم بیدار ہو چکے تھے، نماز فجر باجماعت ادا کی اور پھر سنت کے مطابق ذکر واذکار اور تسبیحات میں مصروف رہے اور شروق شمس سے پہلے پہلے ہم منیٰ جانے کے لیے اپنی اپنی گاڑیوں میں سوار ہو چکے تھے۔

10 ذوالحجہ: منیٰ کی حدود تک تو ہم پہنچ گئے لیکن وہاں پیدل چلنے والوں کا اتنا ہجوم تھا کہ ہم نے بہتر سمجھا کہ ہم بھی گاڑی سے اتر کر پیدل ہی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جائیں۔ ہم سیدھے قربان گاہ پہنچے، وہاں نو طلبہ کی طرف سے نو مینڈھے ذبح کئے گئے اور پھر ہم میں ہر شخص اپنی اپنی قربانی کو کندھوں پر اٹھائے کیمپ تک پہنچا۔

اور پھر کچھ آرام کرنے کے بعد رمی کا رخ کیا۔ جمرہ عقبہ کی رمی کی سر منڈایا اور واپسی خیمے کی راہ لی۔ دن بھر کی تھکاوٹ مکہ جانے اور طواف افاضہ کرنے میں آڑے آئی۔

11 ذوالحجہ: دن بھر ہماری ٹیم کام میں مصروف رہی، عصر کے بعد وقت ملا کہ آج کی رمی کے لیے جا سکوں اور پھر تینوں جمرات کی رمی کرتے ہوئے مکہ مکرمہ کا رخ کیا اور طواف افاضہ کا اہم رکن ادا کیا۔ حطیم پر جامعہ رشیدیہ (منٹگمری / ساہی وال) کے مہتمم شیخ فاضل جالندھری سے ملاقات ہوئی، یاد رہے مدینہ آنے سے قبل منٹگمری کے سہ ماہی قیام کے دوران میں نے جامعہ رشیدیہ میں چند اسباق بشمول نور الانوار پڑھنے کی سعادت حاصل کی تھی، فاضل جالندھری کے برادر بزرگ شیخ عبد اللہ میرے استاد رہے ہیں، دوران طواف محمد العدوی میرے ساتھ تھے اور طواف وسعی کے بعد ہم دونوں ساتھ ہی واپس منیٰ آئے۔

12۔ ذوالحجہ (بروز جمعہ): ہم نے جمعہ کے بجائے خیمے میں ظہر کی نماز ادا کی۔ عصر کے بعد رمی سے فارغ ہوئے۔ راستے میں لائل پور کے پرانے شناسا جناب غلام محمد سے ملاقات ہوئی اور ان کے حال واحوال کا علم ہوا۔ ایام تشریق کا یہ دوسرا دن تھا، اس لیے اکثر لوگ بوریا بستر باندھ کر روانگی کے لیے پر تول رہے تھے، ہمارا قافلہ ایک دن اور ٹھہرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

13 ذوالحجہ: ظہر تک ہم خیمے اکھاڑ کر تمام سازوسامان گاڑیوں میں رکھ چکے تھے۔ خیمے اور سامان والی گاڑیاں ہم سے قبل مکہ روانہ ہو گئی تھیں جہاں حرول میں انہوں نے خیمے از سر نو گاڑ دیئے تھے۔

ہم لوگ مکہ روانہ ہوئے۔ راستے میں آج کی رمی کی اور عصر تک براہ جبل 'کدی' مکہ مکرمہ میں داخل

ہوئے۔ اگلا ایک دن آرام کا رکھا گیا تھا۔ ہر شخص اپنی ذاتی مصروفیات کو بجا لانے کے لیے آزاد تھا اور پھر اگلے دن چار بجے شام ہم مدینہ واپس جانے کے لیے پابہ رکاب تھے۔ ہم بُحرہ، جدہ ہوتے ہوئے کہیں جا کے 'طول' کے ساحلی قصبے میں تین گھنٹے کے آرام کے لیے رکے، یہ کوئی رات کا آخری پہر تھا۔ پو پھٹتے ہی دوبارہ اپنے سفر کا آغاز کیا۔ بدر کے تاریخی مقام پر ناشتے کے لیے رکے اور پھر جو روانہ ہوئے تو مدینہ جا کر ہی دم لیا۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ سفر خیریت کے ساتھ تمام ہوا۔

اس سال کا اختتامیہ

چونکہ اس ڈائری کا 30 ذوالحجہ پر اختتام ہو رہا ہے تو بقیہ دو ہفتوں کی روئیداد بھی پیش خدمت ہے۔

معلم حیدری کے ڈیرے پر اکثر جانا رہتا تھا کہ وہاں اخبارات بھی مطالعے کے لیے مل جاتے اور پاکستان سے آئے گئے، احباب کی خبریں بھی دستیاب رہتیں۔

شیخ محمود الحصری کی دل کو چھو جانے والی قرارت حرم مدینہ میں سننے کی سعادت حاصل ہوئی۔

جمعہ: 19 ذوالحجہ کو بعد از نماز مغرب ایک مصری خطیب کو حرم میں خطاب کرتے سنا۔ احادیث کی کتب میں قصہ گو حضرات کا ذکر آیا ہے جو بے سند قصوں کے سنانے میں شہرت رکھتے ہیں۔ یہ صاحب بھی ایسے ہی کوئی قصہ گو تھے۔ وہ قصہ کہ ایک آدمی کے عمل پر تمام حجاج کا حج قبول کر لیا گیا اور اسی قسم کے چند اور قصے۔

ہفتہ، 20 ذوالحجہ سے دوبارہ دروس کا آغاز ہو گیا۔

ڈائری میں اوقات تدریس اور نمازوں کے لیے عربی اوقات لکھے گئے ہیں۔ یعنی مغرب ہمیشہ 12 بجے ہوتی ہے اور عشاء ڈیڑھ بجے اور اسی حساب سے نماز فجر کوئی ساڑھے دس بجے تک ادا ہو جائے گی اور یوں ہمارا پہلا گھنٹہ ساڑھے بارہ بجے شروع ہو جاتا تھا۔

ڈائری میں رحیم یار خان کے اللہ بخش سیال کا تذکرہ کئی جگہ ملتا ہے، وہ ڈاکٹر اسرار احمد کے اقارب میں سے ہیں اور مدینہ آنے سے قبل کراچی ہی میں ان سے گہرا تعارف ہو چکا تھا، ایک دن انہوں نے ہمارے پہلے دو دروس کی سماعت بھی کی تھی۔

24 ذوالحجہ: دار الحدیث جانا ہوا۔ وہاں شیخ محمد البناء اور شیخ رمضان کو دیکھا کہ ایک یمنی شخص جو یمن کے حاکم سلال اور مصر کی سیاست کا بڑا مداح تھا، ان سے بحث ومباحثہ میں مصروف تھا۔ پھر شیخ سلیم بھی تشریف لے آئے، اور تمتع کی فضیلت پر اچھا خاصا مذاکرہ ہو گیا۔

اپنے ایک ہم سبق شام کے ہشام قدومہ کے ایک مہمان وکیل کے ساتھ ملاقات ہوئی، اور کافی دیر بات چیت جاری رہی۔

28 ذوالحجہ: سیال صاحب کو اپنے استاد شیخ شنقیطی کی ملاقات کے لیے ان کے گھر لے گیا۔ انہوں نے اپنی تفسیر اضواء البیان کا ایک نسخہ بھی ہدیۃً عنایت فرمایا۔

29 ذوالحجہ (سوموار) اس ڈائری کے آخری مندرجات ہیں۔

سیال صاحب کو میں نے معانی قرآن کے انگریزی ترجمہ کا ایک نسخہ پیش کیا۔ شیروانی کے لیے ڈھائی گز کپڑا بحساب 12 ریال فی گز خرید کر سیال صاحب کے حوالہ کیا۔ وہ عصر کے بعد واپسی کا عزم رکھتے تھے۔

عصر سے عشاء تک حرم میں وقت گذارا۔

ڈائری میں چند عالمی خبروں کا بھی اندراج ہے، زیادہ نہیں چند واردات کا ذکر ہے۔

23 نومبر 1963ء: امریکہ کے صدر جان کینیڈی کو قتل کر دیا گیا۔

2 دسمبر 1963ء: صدر ایوب کے خطاب کو سنا

24 دسمبر 1963ء: 16 دسمبر کو پاکستان میں سید داؤد غزنوی انتقال فرما گئے۔

شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی اور ہم نے جماعت کو تعزیت کا تار ارسال کیا۔

31 مارچ 1964ء: شہزادہ فیصل شاہ سعود کے نائب مقرر کر دیے گئے۔

جامعہ کے اگلے دو سالوں کا اجمالی تذکرہ

1963/1964ء کے وقائع قارئین کی نذر ہوئے۔

افسوس ہے کہ 1965ء اور 1966ء کی روئیداد پر مشتمل میری ڈائریاں گمشدگی کا شکار ہو چکی ہیں، اس لیے اپنی یادداشت سے چند نمایاں واقعات کا ذکر کرتا چلوں:

1۔ 1964ء کی تعطیلات میں، میں اور میرے بڑے بھائی شعیب حسن دونوں نے اپنی ازدواجی زندگی کا آغاز کیا۔ شادی کے اگلے ہی دن جامعہ مدینہ سے ہمارے شیخ عبد القادر شیبۃ الحمد اساتذہ کی تلاش میں کراچی وارد ہوئے تھے۔ انہوں نے کراچی میں والد محترم کو اور گوجرانوالہ جا کر شیخ محمد گوندلوی کو جامعہ میں تدریس پر آمادہ کر لیا۔

اور یوں میں اور میری اہلیہ پچھلے 2 سال کے تین بحری اسفار کے بعد پہلی مرتبہ اباجان کے ساتھ جامعہ کے ٹکٹ پر سعودی ائرلائنز سے سفر کرتے ہوئے براہ ظہران، ریاض، مدینہ منورہ پہنچے۔

2۔ میرے پہلے دو سالوں کے اساتذہ کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ اگلے دو سالوں میں جن مزید اساتذہ سے فیض حاصل کیا، ان کا ذکر کیے دیتا ہوں:

والد مکرم شیخ عبد الغفار حسن رحمانی: ان کے پاس مصطلح اور اسانید کے اسباق تھے۔

شیخ البانی واپس عمان جا چکے تھے، ان کی جگہ شیخ عبد القادر نے حدیث (سبل السلام شرح بلوغ المرام) کے اسباق کی تدریس شروع کر دی۔

شام (سوریا) سے ایک نوجوان استاد شیخ نور الدین عتر حلبی بھی تشریف لا چکے تھے، ان کے پاس بھی حدیث کے چند اسباق تھے لیکن جامعہ کا غیر تقلیدی سلفی ماحول انہیں راس نہ آ سکا، اس لیے وہ زیادہ دیر جامعہ میں ٹک نہ سکے۔

اردن کے شیخ سلیمان الاشقر کے پاس فقہ اور تفسیر کے اسباق رہے۔

اردن ہی کے شیخ عبد الرؤوف اللبدی نے نحو میں الفیہ ابن مالک کا تسلسل جاری رکھا۔

شام کے شیخ محمد المجذوب ایک معروف ادیب تھے۔

انہوں نے ادب عربی کے اسباق جاری رکھے۔

چند اور مشائخ سے حرم نبوی یا دار الحدیث کے طفیل استفادے کا موقع ملتا رہا۔ جن میں مالی کے شیخ عمر فلاتہ، شیخ حماد انصاری، شیخ ابو بکر الجزائری اور شیخ تقی الدین ہلالی شامل ہیں۔

حدیث کے نوجوان اساتذہ میں سے ایک محمود الطحان بھی تھے جنہوں نے 'تیسیر مصطلح الحدیث' کتاب کی وجہ سے شہرت پائی۔

علامہ محمد المنتصر الکتانی جن کے دادا ابو عبد اللہ محمد بن جعفر الکتانی اپنی مشہور کتاب 'الرسالۃ المستطرفۃ فی مشہور کتب السنۃ' کے مؤلف تھے۔

شیخ محمد عطیہ سالم ناظم تعلیمی امور تھے لیکن اکثر ان کے فرمودات سے استفادہ رہا۔

اردن کے شیخ محمد ابراہیم شقرہ سے بھی نحو کے اسباق پڑھنے کا شرف حاصل رہا۔

3۔ حج کے موقع پر جن مقتدر اہل علم سے ملاقات کا یا انہیں سننے کا موقع ملا، ان میں شیخ ابو الحسن ندوی، شیخ عبد اللہ (کشمیر)، شیخ عبید اللہ مبارکپوری کے نام ذہن میں آتے ہیں۔ شیخ محمود الحصری اور قاری عبد الباسط کو پہلی مرتبہ دیکھا بھی اور سنا بھی، شاہ فیصل اپنے دور حکومت کے آغاز ہی میں مدینہ تشریف لائے تھے۔ جامعہ میں انتہائی سادہ طریقے سے ان کی پذیرائی ہوئی۔ وہ خود بھی ایک ایک درویش منش حکمران تھے اور ان کے استقبال کرنے والے ہمارے شیخ عبد العزیز بن باز ان سے بڑھ کر ایک زاہد اور عابد شخصیت تھے۔

ڈاکٹر حمید اللہ (پیرس) جو جامعہ کی دعوت پر تشریف لائے تھے۔ مدینہ سے جدہ کی مختصر پرواز میں ان کا ساتھ رہا۔ اتنا یاد ہے کہ وہ سورۃ المنافقون کی آیت (کأنھم خشب مسندۃ) کے بارے میں بات کر رہے تھے۔

نائیجیریا کے وزیر اعظم احمد وبیلو کا آنا بھی یاد ہے۔

4۔ اہلیہ کے ساتھ ہونے کی بنا پر ہم مدینہ شہر منتقل ہو چکے تھے جہاں والد مکرم کے ساتھ مستقل قیام رہا۔

اب ہم شادی شدہ افراد کے کلب میں داخل ہو چکے تھے، اس لیے ان رفقاء کے ساتھ میل ملاپ زیادہ رہا جو اس کلب کے رکن متصور کیے جا سکتے تھے اور ان میں شامل تھے:

- بلتستان کے محمد ابراہیم خلیل
- مشرقی پاکستان سے حافظ نثار الدین احمد
- جامعہ بنوریہ (کراچی) کے عبد الرزاق اسکندر
- ہندوستان کے سراج الرحمٰن ندوی
- لاہور کے عبد الخالق طارق اور موسیٰ کاظم
- کراچی، جامعہ ستاریہ کے محمد سلفی

بلوچستان کے غلام قادر سربازی مدینہ میں متوطن ایک بلوچی خاندان میں شادی کرنے کے بعد ہم سب طلبہ میں مسابقت حاصل کر چکے تھے۔ ان سے واجبی سا تعلق رہا۔

دیگر رفقاء میں عبد القادر سندھی، شام کے ہشام قدومہ، ہندوستان کے دو طب سے تعلق رکھنے والے برادران سعد اور سعود، عطاء الرحمٰن بہاری اور ہلال احمد وغیرہ شامل ہیں۔ بہت سے رفقاء کے نام طاق نسیان کا شکار ہو چکے ہیں۔

فراغت کے بعد جب افریقہ جانا ہوا تو کئی پرانے رفقاء سے تجدید ملاقات ہوگئی جو ایک طویل مصاحبت کی بنا پر گہرے نقوش چھوڑ گئی۔

1965ء کی تعطیلات میں کراچی جانا ہوا، چھ ستمبر کو ہندوستان کی طرف سے لاہور پر حملے کی شکل میں جارحیت کا ارتکاب ہوا جو ایک خوفناک جنگ میں تبدیل ہوگئی۔ کراچی میں اس جنگ کا کوئی نمایاں اثر نہ تھا لیکن ہوائی حملے کی سائرن بہت سننے میں آئے۔

والد مکرم کے ساتھ مدینہ واپسی ہوئی۔ اہلیہ کراچی میں رہیں جہاں میرے پہلے دو جڑواں بچوں کی پیدائش ہوئی اور دونوں چند ساعتوں میں اپنے خالق کے پاس لوٹ گئے۔ میں ان کو دیکھ نہ پایا، اس لیے ان کی یاد کی کمی محسوس کرتا ہوں۔

ایک ماہ بعد اہلیہ مع میری والدہ اور چار چھوٹے بھائیوں، سہیل، راغب، احمد اور حامد کے ساتھ براہ ظہران مدینہ پہنچیں۔ میں نے ظہران میں ان کا استقبال کیا۔

جولائی 1966ء میں درجہ عالیہ کے چوتھے سال کا اختتام ہو چکا تھا۔ آخری امتحان درجہ امتیاز کے ساتھ پاس کیا۔ فراغت کے بعد جس سادگی کے ساتھ جامعہ میں داخل ہوئے تھے اسی سادگی کے ساتھ جامعہ سے اسناد فراغت وصول کی اور ہم خیر سے لیسانس فی الشریعہ کی ڈگری کے حامل قرار پائے۔

امسال اباادان یونیورسٹی (نائیجیریا) کی ایک کانفرنس میں شمولیت کا موقع ملا، جامعہ نے ہم تین طلبہ کو جن میں جنوب سعودیہ اور سوڈان کے دو ساتھی شامل تھے، لاگوس کے ٹکٹ تھما دیئے اور ہم براہ خرطوم لاگوس اور پھر وہاں سے جامعہ کی بس میں سوار ہو کر اباادان پہنچے اور یوں زندگی میں پہلی مرتبہ افریقہ کا ایک حسین تعارف حاصل ہو گیا۔

مدینہ منورہ میں ابا جان نے تقریباً ہر سال مکان بدلا۔ دفتر دار کے گھر کی دوسری منزل میں بھی قیام رہا۔ آخری گھر بئر بضاعہ کے علاقہ میں رباط بھوپال کے عقب میں تھا۔ یہیں میری بیٹی خولہ کی پیدائش ہوئی اور اس کے عقیقے کا اہتمام کیا گیا۔

یہ نومبر 1966ء کی بات ہے۔ اس کے تین ماہ بعد یعنی مارچ 1967ء کے لگ بھگ میں دار الافتاء کی جانب سے نیروبی (کینیا) کے لیے عازم سفر ہو چکا تھا۔ برادرم ابراہیم خلیل مع اہلیہ کے ساتھ تھے اور یوں زندگی کے ایک خوشگوار باب کا اختتام ہوا۔

ایک عملی زندگی ہمارے انتظار میں تھی، ایک بھرپور واقعات، تجربات اور حوادث سے بھرپور زندگی جس کا کچھ تذکرہ بزبان انگریزی میرے اس بلاگ میں آ گیا ہے، نام ہے:

Sheikh Suhiab Hasan Blog



یاسر عرفات مرحوم کا تربیتی کیمپ

ہم جب اس شہر میں داخل ہوئے تو اس وقت چیک پوسٹ پر کوئی بھی نہیں تھا۔ ہم بلا روک ٹوک چلے گئے۔ شہر کے پہلے حصے میں بائیں جانب ہائی سکول کی طرح کی ایک بلڈنگ نظر آئی جس کا نام پڑھ کر میں چونک گیا، لکھا تھا:

”یاسر عرفات تربیتی سنٹر۔ یعنی فلسطینی لبریشن آرگنائزیشن(PLO) جس کی قیادت یاسر عرفات (مرحوم) کرتے تھے، ان کا تربیتی سنٹر...؟

ابو عمار یاسر عرفات آزادی فلسطین کا ہیرو

اس مجاہد فلسطین حریت پسند رہنما نے ساری زندگی فلسطین کی آزادی کے لیے وقف کر دی تھی۔ اس کی جدوجہد سے 1994 میں اوسلو معاہدہ ہوا اور فلسطینیوں کو بھی ” انسان“، تسلیم کر لیا گیا۔ یعنی بالکل ابتدائی طور پر ہی سہی لیکن ان کی حیثیت مان لی گئی اور فلسطین کے بٹوارے سے کئی شہر فلسطینی ریاست کا حصہ قرار پائے۔ یاسر عرفات عالم اسلام میں مسلمانوں کا ہیرو شمار ہوتا رہا ہے۔ وہ 1929 میں قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ ان کا نام محمد یاسر عبدالرحمن عبدالرؤف عرفات قدوۃ الحسینی تھا ان کے والد تاجر پیشہ تھے اور والدہ زاہوا عبدالسعود کا تعلق شہر بیت المقدس یروشلم سے تھا۔ وہ 1933 میں فوت ہو گئیں جب یاسر کی عمر صرف چار برس تھی۔ ان کے والد 1952 میں قاہرہ ہی میں فوت ہوئے۔ انہوں نے قاہرہ یونیورسٹی سے 1956ء میں انجینئرنگ میں ڈگری حاصل کی۔ جس کے بعد انہوں نے فتح تحریک سے اپنے سفر آزادی کا آغاز کیا۔ 1966ء میں انہوں نے فلسطینی لبریشن آرمی P.L.O کی باگ ڈور سنبھال لی۔ ان کا نک نیم یاسر تھا 1960ء میں انہوں نے ابو عمار کی کنیت اپنالی تھی۔ عرفات نے 1974ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں چھاپہ مار کی وردی پہنے تاریخی خطاب کیا۔ انہوں نے ساری زندگی خطرات سے کھیلتے ہوئے گزار دی۔ اور جب 1982ء میں اسرائیل نے بیروت پر حملہ کیا تو اس وقت وہ بیروت میں موجود تھے۔ یاسر عرفات پر کئی قاتلانہ حملے ہوئے لیکن وہ ہر بار بچ جاتے۔ انہوں نے اپنی جدوجہد کے دوران کویت، تیونس لبنان کے علاوہ کئی ملکوں میں قیام کیا۔ اردن کی حکومت نے 1986ء میں عمان میں ان کے دفتر کو بند کر دیا۔ 1988ء میں امریکا نے فلسطینی رہنما کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں خطاب سے روکنے کے لیے ان کو امریکہ کا ویزہ دینے سے انکار کر دیا بعد میں انہوں نے جنیوا میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سے خطاب کیا۔ یاسر عرفات نے 1988ء میں امریکی یہودیوں کے ساتھ ایک مشترکہ بیان میں اسرائیل کے وجود کو ماننے کا اعلان کیا۔ نوے کی دہائی میں یاسر عرفات کو امن کے کئی انعامات سے نوازا گیا۔ انہیں نوبل کا امن انعام بھی ملا۔ جنوبی افریقہ کے رہنما نیلسن منڈیلا نے بھی فلسطینی رہنما کو کیپ ہوپ انعام سے نوازا۔ چالیس سال سے زیادہ جلاوطنی کے بعد 1994ء میں وہ واپس فلسطین گئے۔ انہوں نے اسرائیل کے ساتھ ایک امن سمجھوتہ کیا جس کے تحت فلسطین نیشنل اتھارٹی قائم ہوئی اور وہ فلسطین کے پہلے صدر اور محمود عباس وزیر اعظم منتخب ہوئے۔ بعد میں یاسر عرفات نے 2 سال رملہ میں محصور کی زندگی گزاری لیکن باجود اسرائیلی حملوں کے اسے چھوڑنے سے انکار کر دیا۔

انہوں نے آخری عمر میں ایک عیسائی عورت سوہا سے شادی بھی کی۔ جس سے ان کی 1996ء میں ایک لڑکی زوہا عرفات پیدا ہوئی جو اب اپنی ماں کے ساتھ فرانس میں مقیم ہے۔ ان کا انتقال پیرس کے ایک ہسپتال میں ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ انہیں زہر دے کر قتل کیا گیا تھا۔ کیونکہ اسرائیلی وزیر اعظم ایریل شیرون کو اس کی پارلیمنٹ نے فلسطینی حریت پسند یاسر عرفات کو کسی بھی طریقے سے اور کہیں سے بھی قتل کرنے کا اختیار دے رکھا تھا۔ شیرون نے ہی ان کی بیماری کے دوران انہیں علاج کے لیے فرانس جانے کی اجازت دی تھی۔ اور علاج میں دلچسپی ظاہر کیے رکھی۔ بس اسی دوران میں انہیں قتل کرنے کا پلان ترتیب دیا گیا ان کی نماز جنازہ مصر میں ادا کی گئی۔ جس میں دنیا کے بہت سے سربراہان نے شرکت کی۔ اور تدفین غزہ میں اپنے کمپاؤنڈ کے قریب ہوئی۔ ان کی تدفین کے وقت قبر میں مسجد اقصیٰ کی مٹھی بھر مٹی ڈالی گئی جو مفتی دیار فلسطین ڈاکٹر عکرمہ صبری بطور تبرک ساتھ لے کر آئے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ساری دنیا میں فلسطینیوں کے حقوق کی بات کرنے کے لیے اسی بطل حریت نے بھرپور کام کیا۔ اللہ کریم ان کی حسنات قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ ان کے جسد خاکی کی تدفین کے 8 برس بعد ان کی قبر کشائی کی گئی۔ اور تفتیشی رپورٹ ان کے خاندان کو نہیں دی گئی۔ رپورٹ میں کیا انکشاف ہوا؟ معلوم نہیں تاہم قبر کشائی سے ان کی قبر پر بطور تبرک ڈالی گئی مسجد اقصیٰ کی مٹھی بھر مٹی ضرور ضائع ہو گئی۔

میں نے کچھ دیر وہاں رک کر ان کے تربیتی سنٹر کو دیکھا اگر وقت اجازت دیتا تو میں اس کے اندر بھی داخل ہو جاتا۔ اس وقت میری آنکھوں کے سامنے

یاسر عرفات کی پوری زندگی گھوم گئی۔ جب 1974 میں اسلامی سربراہی کانفرنس میں شرکت کے لیے آئے تھے۔ ہم نے سرکلر روڈ لاہور پر کھڑے ہو کر انہیں کرنل قذافی اور انور سادات کے ہمراہ ایک کھلی گاڑی میں جاتے دیکھا تھا۔ اس لمحے میرے والد مرحوم بھی میرے ہمراہ کھڑے تھے۔ اور۔۔۔ آج ہم۔۔۔ ان کے تربیتی کیمپ کے سامنے کھڑے تھے۔ ﴿ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ﴾ میں نے تو کبھی اس منظر کے تصور کا سوچا بھی نہ تھا۔ اسی تاثر کے ساتھ ہم اریحا شہر میں جا پہنچے۔ بازار میں بڑی چہل پہل دیکھی۔ جو بھی فلسطینی مجھے نظر آیا عقیدت کی آنکھ نے اسے مظلوم بھائی سمجھتے ہوئے اس کے سر کا بوسہ لیا اور دل ہی دل میں کہتا رہا: "اے میرے فلسطینی مظلوم بھائیو! جانے تمہاری آزمائش کا دور کب اختتام پذیر ہو گا۔ اسی پیچ و خم میں الجھتے الجھتے ہم شہر کے آخری حصے تک گئے۔ عام بازاروں کی طرح ہی رونق دیکھی۔ کئی جگہ خیال ہوا کہ گاڑی سے نیچے اتر کر چلا پھرا جائے اور بیرون شہر تاریخی نوادرات اور مقام کو بھی دیکھا جائے۔ لیکن وقت بہت کم تھا۔ اس لیے شہر کا بیرونی حصہ نہ دیکھ سکے۔ اس لیے اس شہر کو مقدس جانتے ہوئے دائیں بائیں خوب سے دیکھا۔ کہ شاید زندگی میں دوبارہ اس ارض مقدس۔۔۔ ارض فلسطین۔۔۔ ارض انبیاء۔۔۔ دنیا کے سب سے قدیمی شہر اریحا کو دیکھنے کا موقع نہ ملے۔ البتہ ساتھیوں سے کہہ دیا کہ آئندہ جب بھی یہاں آنا اللہ کو منظور ہوا تو اس شہر کے قدیم اور جدید دونوں دور دیکھیں گے۔ اس شہر سے نکلتے وقت... یا اس سے جدا ہوتے وقت... بڑی عجیب کیفیت طاری ہوئی جسے بیان نہیں کر سکتا۔

شاہراہ القدس پر ایک بارات کی ہلڑ بازی

اریحا۔۔۔ کو الوداع کہہ کر جب ہم بیت المقدس جانے والی بڑی شاہراہ پر پہنچے تو اچانک سجی سجائی، چمچماتی، ہارن بجاتی اور فراٹے بھرتی ہوئی کاروں کے قافلے نے ہماری گاڑی کو دھکانا شروع کر دیا اور یہ ایک دو نہیں کئی کاریں تھیں ہم نے اپنی گاڑی کو ایک طرف کر کے محفوظ کر لیا اور ان کو راستہ دے دیا۔ جب ذرا حواس بحال ہوئے تو پتہ چلا کہ یہ ایک بارات ہے جو روایتی آہنگ کے ساتھ فراٹے بھرتے ہوئے گزر رہی ہے۔ جیسے ہمارے ہاں باراتوں میں عموماً نوجوانوں کا شور بلکہ شوخیاں۔ ہوتا ہے۔ شرلیاں ،پٹاخے ، ہوائی فائرنگ ، اونچا میوزک اور آوازے کسنے وغیرہ۔ میں سمجھتا تھا کہ شاید یہ شوخیاں صرف ہمارے پاکستانی نوجوانوں کے لیے خاص ہیں۔ ایسی کئی ہلڑ بازیاں برطانیہ میں ہم نے دیکھی تھیں 1992 کا ورلڈ کپ جب پاکستان نے جیتا تو بریڈ فورڈ میں اتنی ہلڑ بازی کی گئی کہ پورا دن سڑکوں پر ہجوم رہا۔ جان کے خطرے سے خیال سے نہیں بلکہ شرمندگی کے مارے ہم سارا دن باہر نہیں نکل سکے تھے کہ یہ ہے ہماری قوم؟ اسی طرح عیدین، چودہ اگست یوم آزادی پر بھی اس قسم کے ہنگامے ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے ہماری قوم کی تربیت کی سخت ضرورت ہے۔ لیکن یہ ہلڑ بازی تو فلسطین میں بھی دیکھنے کو ملی تو بہت حیرانگی ہوئی۔ پتہ نہیں یہ بارات فلسطینیوں کی تھی یا اسرائیلیوں کی۔ لیکن بڑی دیر تک یہ اودھم برداشت کرنا پڑا۔ جہاں کچھ نہیں تھا وہاں اسرائیلی موبائل گھومتی دکھائی دیتی تھی اور جہاں ضرورت تھی وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ آخر کار یہ بارات چند کلو میٹر بعد دائیں طرف مڑ گئی اور ہم نے سکون کا سانس لیا۔ اب ہم یروشلم پہنچ چکے تھے اور بتایا گیا کہ نماز مغرب مسجد اقصیٰ میں تو ادا نہیں ہو سکتی تھی۔ ایک تو مغرب کا وقت قریب ہو گیا تھا اور دوسرا کل سے مسجد اقصی مسلمانوں پر بند کر دی گئی تھی۔ اس لیے ہم جبل مکبر کی طرف چلے گئے۔

جبل مکبر پر جب پہنچے

یروشلم کو چاروں طرف سے پہاڑوں نے گھیر رکھا ہے ان میں سے ایک پہاڑ یہ بھی ہے۔ جبل مکبر (تکبیر والا پہاڑ) یہ وہ علاقہ ہے جہاں سے پورے یروشلم کو پانی سپلائی ہوتا ہے۔ یہاں ایک خوبصورت محلہ بھی آباد ہے۔ جس کا الگ سے ایک نمبر دار (عربی میں اسے عمدہ کہا جاتا ہے) موجود ہے جس کے ہاں ہر شام محفل عام جمتی ہے اور تازہ واقعات پر باہمی گفتگو ہوتی ہے وہاں داخل ہونے کی عام اجازت ہے۔ یروشلم کے اس پہاڑ کو جبل مکبر تکبیر والا پہاڑ کیوں کہا جاتا ہے؟۔ اس لیے کہ جب امیر المومنین ، عظیم فاتح، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس فتح کیا تو اس علاقے کے لوگوں کو بتانے کے لیے کہ یروشلم... سرزمین اسلام... پر اہل اسلام کا قبضہ ہو چکا ہے۔ کیونکہ سارے مشرق علاقے میں صدا پہنچائی ہو تو اس سے بہتر کوئی جگہ نہ تھی۔ فاروق اعظمؓ نے یہاں کھڑے ہو کر اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا تھا۔ ان کی پیروی میں سب مسلمانوں نے اللہ اکبر اتنی زور سے کہا کہ پورا علاقہ گونج گیا۔ نعرہ تکبیر کا سیدنا فاروق کے ساتھ بڑا تعلق ہے ،جب آپ نے دار ارقم پہنچ کر سرور دوعالم علیہ الصلوٰۃ واز کی التسلیم کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا تھا تو وہاں موجود صحابہ کرامؓ نے فرط جوش سے اتنی بلند آواز میں نعرہ تکبیر بلند کیا تھا کہ مکے کی پہاڑیوں سے ٹکراتا ہوا گونجتا ہوا قریش کے دلوں کو گھائل کر گیا تھا اور انہیں معلوم ہو گیا کہ عمر نے اسلام قبول کر لیا ہے گویا اسلام کو عمر کیا ملا...اسلام کو عمر عطا ہو گئی تھی۔ اسلام خلوت سے جلوت میں آ گیا تھے۔ ایک ایسا ہی نعرہ اس وقت بھی لگا جب آپ نے فارس (موجودہ ایران) کو فتح کیا تھا۔ پھر آج ایسا ہی نعرہ لگا کہ یروشلم ...بیت المقدس... سرزمین اسلام پر اسلام کا علم لہرانے لگ گیا ہے۔ اور تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے بھی کئی سالوں کی محنت اور عیسائیوں سے کم و بیش سولہ جنگوں کے بعد بیت المقدس پر اسلام کا جھنڈا لہرا دیا تھا تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی متابعت میں آپ نے بھی جبل مکبر پر

کھڑے ہو کر نعرہ تکبیر...اللہ اکبر...بلند کیا تھا۔
عین اس جگہ پہنچ کر میرا بھی دل چاہا کہ میں بھی اس اونچائی پر کھڑا ہوں اور میں بھی تکبیر بلند کہوں... اور شاید میں ایسا کر بھی دیتا، لیکن میرے ضمیر نے کہا تم کس بل بوتے پر تکبیر بلند کر سکتے ہو... تمہیں ایسا کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اسی لاکھ آبادی والے یہودی ملک اسرائیل کی 62 اسلامی ریاستوں اور بے پناہ دولت اور ایٹم بم جیسے مہلک ہتھیاروں کے حامل عالم اسلام پر دہشت چھائی ہوئی ہے...اور تم لوگ ہو کہ ابھی بھی ابابیلوں کے منتظر ہو کہ وہ آئیں اور 80 لاکھ اسرائیلیوں سے ہماری جان چھڑائیں۔ ترکی کے نجم الدین اربکان نے سچ کہا تھا...بخدا آج اگر" ابابیل" آئیں تو وہ اپنے کنکر یہودیوں کو نہیں مسلمانوں کو ماریں گے۔

تھے تو وہ آباء تمہارے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

گویا تم خالی خولی تکبیر بلند کرنے کا حق بھی کھو چکے ہو۔ چنانچہ تکبیر کی آواز میرے حلق میں پھنس کر رہ گئی مگر آنکھوں کو نجانے کیسے خبر ہوگئی اور انہوں نے میرے درد دل کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ اتنے میں ساتھی مجھے ڈھونڈتے ہوئے ادھر آنکلے اور بتا رہے تھے، کہ اب تکبیر تو کیا نماز (مغرب) بھی ادا ہو چکی ہے۔ اور میں بوجھل دل کے ساتھ آکر گاڑی میں بیٹھ گیا۔ سارے دن میں اتنی زیارتیں کی تھیں۔ (حبرون الخلیل، مقام یونس علیہ السلام، بیت اللحم، مقام موسیٰ علیہ السلام، بحرمیت اور اریحا جیسا دنیا کا قدیم ترین شہر) کہ دل خوش ہو گیا تھا لیکن جبل مکبر پر آکر ساری خوشیاں کافور ہو گئیں۔

جس دور پہ نازاں تھی دنیا
ہم اب وہ زمانہ بھول گئے
غیروں کی کہانی یاد رہی
ہم اپنا فسانہ بھول گئے
منہ دیکھ لیا آئینے میں
پر داغ نہ دیکھے سینے میں
جی ایسا لگایا جینے میں
مرنے کو مسلمان بھول گئے
تکبیر تو اب بھی ہوتی ہے مسجد کی فضا میں اے زاہد
جس ضرب سے دل دہل جاتے تھے
وہ ضرب لگانا بھول گئے

کچھ دیر بعد میں اپنے مستقر میں غمزدہ بیٹھا گم شدہ صدیوں کا ماتم کر رہا تھا۔

اتوار۔16 جولائی۔2017۔شوال۔22۔1438ھ

کل (ہفتہ 15 جولائی، 2017) ہم نے حبرون (الخلیل) بیت اللحم (جائے ولادت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام) مقام موسیٰ، بحر مردار اور تاریخی شہر اریحا کی سیر کی تھی۔ واپسی پر جبل مکبر کا وزٹ بھی کیا تھا۔ خاص طور پر جبل مکبر پر ماضی کی باتیں یاد آئیں، جس سے دل بڑا بوجھل ہو گیا تھا۔ خیال تھا کہ آج شہر القدس کی باقی زیارتیں کر لی جائیں گی۔ لیکن سخت تھکاوٹ کی وجہ سے طبیعت میں گرانی محسوس ہو رہی تھی اتنے میں ٹیکسی آگئی مگر دل جانے پر آمادہ نہ ہو سکا اس لیے ساتھیوں سے کہہ دیا کہ آپ جائیں۔ میں ذرا آرام کرنا چاہتا ہوں۔ بارہ بجے تک تازہ دم ہو چکا تھا۔ خیال ہوا کہ اس فلسطینی محلہ جس کا نام "المسعودی" ہے، اسی کو دیکھ لیا جائے۔ میں ہوٹل سے باہر نکلا اور اس کی گلیوں میں پھرنا شروع کر دیا۔ یہ خالص فلسطینی محلہ ہے۔ کوئی یہودی نظر نہیں آیا چونکہ یہ بیت المقدس سے بالکل متصل ہے۔ اس لیے اس میں کافی ہوٹل بھی ہیں۔ فلسطینی محلہ ہونے کی وجہ سے یہاں عام سی زندگی نظر آتی ہے، یوں کہہ لیجئے بالکل سادہ اور عامیانہ، اور اس قسم کا ماحول آج سے 30، 35 سال پہلے مدینہ منورہ کے نواحی محلوں کا تھا۔ اسی طرح کے مکانات دوکانیں، ایسی ہی رونق اور فضا میں اسی طرح کی بو باس تھی۔ یوں لگا کہ 30، 35 سال پہلے کا مدینہ طیبہ کا دور لوٹ آیا ہے۔ "المسعودی" میں کئی دکانوں پہ گیا۔ اپنے فلسطینی بھائیوں سے ملا۔ انہیں اپنا تعارف کرایا حالات حاضرہ پر باتیں ہوئیں۔ دو دن پہلے مسجد اقصیٰ میں جو حادثہ ہوا تھا۔ اس کے متعلق سُن گُن لینے کی کوشش کی۔ فائرنگ سے شہید ہونے والے نوجوانوں کے بارے میں ان کی معلومات نہ ہونے کے برابر تھیں۔ ہر شخص نے مہمان نوازی کرنے کی کوشش کی کئی لوگوں نے دوپہر یارات کا کھانا اکٹھے کھانے کی دعوت دی لیکن ہم نے اپنی مجبوری کے تحت شکریہ ادا کیا۔ اسی دوران ہمارے رہنمائے سفر ڈاکٹر یاسین صاحب کا فون آگیا کہ اگر طبیعت فریش ہو چکی ہو تو ہوٹل کی لابی میں آجائیں میں دیگر رفقاء سفر کو چھوڑ کر آپ کو لینے کے لیے آیا ہوں یہ ان کی محبت کا مظاہرہ تھا۔ اللہ انہیں جزائے خیر دے۔ اور آج کا پروگرام بتایا کہ ظہر کی نماز مسجد عمر میں ادا کرنے کی کوشش کریں گے۔ کیونکہ اب تک ہمیں مسجد عمر کو صرف باہر ہی سے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ نماز کے وقت تو مسجد لازماً کھلی ہوتی ہے۔ اور مسجد عمر کے بعد کوشش کریں گے کہ مسجد اقصیٰ جایا جائے۔ یہ سن کر میرے شوق زیارت نے انگڑائی لی اور میں ہوٹل پہنچ گیا جہاں ڈاکٹر صاحب میرے منتظر تھے۔ چنانچہ ہم اکٹھے باب دمشق کی جانب روانہ ہوئے۔ جب پولیس اسٹیشن کے قریب پہنچے تو وہاں اسرائیلی سپاہی کھڑے تھے۔ اور لوگوں کو مسجد اقصیٰ کی جانب جانے سے روک رہے تھے۔ میں نے سوچا اس طرح تو ہم بھی رہ جائیں گے۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کو دوسری جانب بھیجا کہ وہ بزرگ آدمی ہیں انہیں آسانی سے جانے دیا جائے گا۔ میں اس جانب سے کوشش کرتا ہوں۔ میں آگے بڑھا اور اسرائیلی گارڈ کو اپنا ارادہ بتایا کہ مجھے مسجد عمر کی زیارت کرنی ہے۔ اسے اپنا پاسپورٹ دکھایا۔ کچھ سوچنے کے بعد اس نے مجھے اجازت دے دی۔ ڈاکٹر صاحب کو بھی داخل ہونے دیا گیا یوں ہم اپنے رفقاء کی جانب چلے آئے جو غار سلیمانی کے باہر ہمارا انتظار کر رہے تھے۔



حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ صاحب نے انہی محققین فقہائے اہل حدیث کے ان قواعد کا تذکرہ فرمایا ہے جو ان کے نزدیک تطبیق بین النصوص، استنباط مسائل، اجتہادو رائے کے لئے معیار اور بنیادی اصول ہیں، جن کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے:

جب قرآن مجید میں کوئی حکم صراحتاً موجود ہو تو اہل حدیث کے نزدیک کسی دوسری چیز کی طرف توجہ کی ضرورت نہیں۔ اگر قرآن مجید میں تاویل کی گنجائش ہو اور مختلف مطالب کا احتمال ہو، تو حدیث کا فیصلہ ناطق ہو گا۔ قرآن کا وہی مفہوم درست ہو گا جس کی تائید سنت سے ہوتی ہو۔ اگر قرآن مجید کسی حکم کے متعلق خاموش ہو، تو عمل حدیث پر ہو گا۔ وہ حدیث چاہے فقہاء کے درمیان مشہور و معروف ہو، یا کسی شہر کے ساتھ مخصوص ہو، یا کسی خاندان یا کسی خاص طریقے سے مروی ہو، اور چاہے اس پر کسی نے عمل کیا ہو، یا نہ کیا ہو، وہ حدیث (بشرط صحت) قابل استناد ہو گی۔ جب کسی مسئلے میں حدیث مل جائے تو کسی امام اور مجتہد کی پرواہ نہ کی جائے گی، نہ کوئی اثر قابل قبول ہو گا۔ جب پوری کوشش کے باوجود کسی مسئلے میں حدیث نہ ملے، تو صحابہ و تابعین کے فتووں پر عمل کیا جائے گا اور اس میں کسی قوم اور شہر کی قید یا تخصیص نہیں ہو گی۔۔۔۔ فقہاء میں اختلاف ہو، تو زیادہ متقی و عالم اور زیادہ حفظ و ضبط رکھنے والے شخص کی حدیث قبول کی جائے گی، یا پھر جو روایت زیادہ مشہور ہو گی اسے لیا جائے گا۔ اگر علم و فضل، ورع و تقوی اور حفظ و ضبط میں سب برابر ہوں، تو اس مسئلے میں متعدد اقوال متصور ہوں گے جن میں سے ہر ایک پر عمل جائز ہو گا۔ اگر اس میں بھی اطمینان بخش کامیابی نہ ہو، تو قرآن و سنت کے عمومات، اقتضا اور ایماءات (اشارات) پر غور کیا جائے گا۔ اصول فقہ کے مروجہ قواعد پر اعتماد نہیں کیا جائے گا بلکہ طمانیت قلب اور ضمیر کے سکون پر اعتماد کیا جائے گا، جس طرح متواتر روایات میں اصل چیز راویوں کی کثرت اور ان کی حالت نہیں بلکہ اصل شئے دل کا اطمینان اور سکون ہے۔ یہ اصول پہلے بزرگوں (صحابہ و تابعین) کے طریق کار اور ان کی تصریحات سے ماخوذ ہیں۔

اس کے بعد شاہ ولی اللہ نے ان آثار کا ذکر کیا ہے جن میں ان اصول کی طرف رہنمائی کی گئی ہے جن میں اولیت قرآن حدیث اور آثار صحابہ کو دی گئی ہے۔

ہمارے خیال میں اجتہاد کا یہ طریقہ جسے شاہ صاحب نے تفہیمات میں بین بین اور عقد الجید میں محققین فقہائے اہل حدیث کا طرز بتلایا ہے، جس میں ظاہریوں کی طرح قیاس صحیح اور باقاعدہ اجتہاد کا انکار ہے، نہ اہل علم فقہاء کی صحیح فکری کاوشوں سے اعراض، اور نہ جامد مقلدین کی طرح نصوص قرآن و حدیث سے بے اعتنائی، اور ان میں تو جیہات بعیدہ اور تاویلات رکیکہ کی ترغیب ہے، یہی طریقہ اجتہاد صحیح ہے اور یہ پہلے گذر چکا ہے کہ شاہ صاحب نے اپنی وصیت میں انہی فقہائے محدثین کی پیروی کی تاکید کی ہے۔ جو حدیث و فقہ کے جامع ہوں اور ہمیشہ فقہی تخریجات کو کتاب و سنت پر پیش کرنے کو ضروری سمجھتے ہوں۔۔۔

بعض لوگ شائد اس نقطہ نظر کو تلفیق قرار دے کے اسے مسترد کر دیں لیکن یہ رویہ صحیح نہیں۔۔ اور خود امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسکے جواز کے قائل ہیں، چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وحکی الحناطی وغیره عن أبي إسحاق فیما إذا اختار من کل مذهب ما هو أهون علیه انه یفسق به، و عن أبي حنیفة انه لایفسق به." (مرقاۃ المفاتیح: 7/ 33، مکتبہ امدادیہ)

حناطی وغیرہ نے ابو اسحاق کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جو شخص ہر مذہب سے آسانیاں اور رخصتیں ہی پسند کرے گا تو اس طرح وہ فاسق ہو جائے گا اور امام ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اس سے وہ فاسق نہیں ہو گا۔

صرف رخصتیں تلاش کرنا بھی امام صاحب کے نزدیک فسق نہیں تو نصوص شریعت کی بالادستی اور عوام کی سہولتوں کے نقطہ نظر سے مختلف مذاہب کی باتیں اختیار کرنا کیسے غلط ہو گا؟ چنانچہ ہر دور میں علماء نے ایسا کیا ہے، خود پاک و ہند کے حنفی علماء نے زوجہ مفقود الخبر کے بارے میں فقہ حنفی کی بجائے مالکی فقہ کا مسلک اپنا کر اسے چار سال کے انتظار کے بعد چار مہینے دس دن کی عدت گزار کر نکاح کرنے کی اجازت دی ہے۔

اسی طرح عورتوں سے متعلقہ بعض اور مسائل میں بھی یہ اجازت دی ہے جس کی تفصیل الحیلۃ الناجزۃ میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اور اس کی تائید متحدہ ہندوستان کے دیگر علمائے احناف نے بھی کی ہے۔ علاوہ ازیں فقہاء نے صراحت کی ہے کہ اس طرح کر

نے سے کوئی شخص تقلید امام کے دائرے سے نہیں نکلتا۔ جیسا کہ پاک وہند کے احناف مالکی مسلک کے اپنانے کی وجہ سے حنفیت سے خارج نہیں ہوئے۔ بلکہ ایک اور حنفی عالم، جنہوں نے فقہ حنفی کو مدلل کر نے کے لئے پانچ ضخیم جلدوں میں ایک کتاب، مجموعہ قوانین اسلام لکھی ہے، ڈاکٹر تنزیل الرحمن (سابق چیئر مین اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان) نے زوجہ مفقود الخبر کے مسئلے میں چار سال سے بھی کم مدتکے اندر، یعنی ایک سال اور بوقت ضرورت فی الفور عدالت کو نکاح فسخ کر کے مذکورہ عورت کو دوسری جگہ شادی کرنے کی اجازت دی ہے چنانچہ وہ ایک سال کے قول کو (چار سال کے مقابلے میں) موجودہ زمانے کے لحاظ سے ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

مگر لازم ہے کہ مزید ایک سال انتظار کا حکم اس صورت میں دیا جائے گا جب کہ عورت کے پاس ایک سال کے نفقے کا انتظام موجود ہو۔ بصورت دیگر عدالت، بعد ثبوت مفقود الخبری، بوجہ مفقود الخبری ء شوہر وعدم موجودگی نفقہ، فی الفور نکاح فسخ کرنے کی مجاز ہوگی۔ (مجموعہ قوانین اسلام۔ جلد2 ص 701۔ شائع کردہ، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، پاکستان)

جناب تقی عثمانی سابق جج وفاقی شرعی عدالت پاکستان، جناب اشرف علی تھانوی کی کتاب، الحیلۃ الناجزہ فی الحلیلۃ العاجزہ، کے نئے اڈیشن کے دیباچے میں فقہ حنفی سے خروج کا جواز تسلیم کرتے ہوئے اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ فقہ حنفی میں عورتوں کو پیش آنے والی مشکلات کا کوئی حل نہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

ایسی خواتین جنہوں نے نکاح کے وقت تفویض طلاق کے طریقے کو اختیار نہ کیا ہو، اگر بعد میں کسی شدید مجبوری کے تحت شوہر سے گلو خلاصی حاصل کرنا چاہیں، مثلاً شوہر اتنا ظالم ہو کہ نہ نفقہ دیتا ہو، نہ آباد کرتا ہو، یا وہ پاگل ہو جائے، یا مفقود الخبر ہو جائے، یا نامرد ہو، اور از خود طلاق یا خلع پر آمادہ نہ ہو، تو اصل حنفی مسلک میں ایسی عورتوں کے لئے شدید مشکلات ہیں، خاص طور پر ان مقامات پر جہاں شریعت کے مطابق فیصلے کرنے والا قاضی موجود نہ ہو، ایسی عورتوں کے لئے اصل حنفی مسلک میں شوہر کی رہائی کی کوئی صورت نہیں ہے۔۔۔ حکیم الامت (تھانوی) نے ایسے بیشتر مسائل میں مالکی مذہب کے مطابق فتوی دیا ہے (الحیلۃ الناجزۃ فی الحلیلۃ العاجزہ۔ ص 9-10۔ مطبوعہ دار الاشاعت اردو بازار کراچی)

علاوہ ازیں فقہائے احناف نے صراحت کی ہے کہ اس طرح کرنے سے کوئی شخص تقلید امام کے دائرے سے نہیں نکلتا جیسا کہ پاک وہند کے احناف، مالکی مسلک کے اپنانے کی وجہ سے حنفیت سے خارج نہیں ہوئے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی، شاہ ولی اللہ، شاہ عبد العزیز اور مرزا مظہر جان جاناں اور دیگر بہت سے حضرات نے احادیث کی بنا پر فقہ حنفی کے بعض مسائل کو چھوڑ دیا۔ خود صاحبین نے دو تہائی مسائل میں امام ابو حنیفہ کا خلاف کیا، کسی نے بھی یہ فتوی نہیں دیا کہ اس طرح کرنے سے یہ حضرات حنفیت یا تقلید امام سے خارج ہو گئے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ وہی طرز فکر و عمل ہے جو امام ابو حنیفہ اور ان کے ارشد تلامذہ نے اختیار کیا، اور اس میں کوئی خرابی نہیں بلکہ یہ نہایت پسندیدہ، مستحسن اور ایک مسلمان سے مطلوب ہے۔ اور احناف کا یہی وہ گروہ ہے جس کی بابت بجا طور پر کہا گیا ہے کہ ان کے اور اہل حدیث کے مابین نہ کوئی اصولی اختلاف ہے اور نہ فروعی۔ نیز اتحاد امت کا بھی یہ ایک بہترین طریقہ بلکہ واحد حل ہے۔

ان کے علاوہ دیگر علمائے احناف ہیں، ان کا معاملہ اس پہلے گروہ سے بہت مختلف ہے۔ اور پھر ان میں بھی دو گروہ ہیں، ان دونوں کے طرز عمل سے اہل حدیث کو شدید اختلاف ہے۔ پہلا گروہ اکثر و بیشتر حدیث کی صحت وضعف کے اس معیار کو اور نقد و تحقیق حدیث ان اصولوں کو تسلیم کرتا ہے جو محدثین کرام نے وضع اور مقرر کئے ہیں۔ جیسے جناب سر فراز خاں صفدر گکھڑوی جنہوں نے حنفی مسلک کی تائید میں متعدد کتابیں تحریر کی ہیں۔ ان کی ایک کتاب مسئلہ فاتحہ خلف الامام میں احسن الکلام کے نام سے ہے (جس کے جواب میں جناب ارشاد الحق اثری کی کتاب توضیح الکلام ہے)۔ جناب سر فراز صفدر اپنی کتاب کے ابتدائیے میں لکھتے ہیں :

ہم نے بعض مقامات پر آئمہ جرح و تعدیل اور جمہور محدثین کرام کے مسلّمہ اور طے شدہ اصول وضوابط کے عین مطابق ثقہ راویوں سے متعلق ثقاہت اور عدالت کے اقوال تو نقل کر دیئے ہیں، لیکن اگر بعض ائمہ کا کوئی جرحی کلمہ ملا ہے، تو وہ نظر انداز کر دیا ہے۔ اسی طرح اگر کسی ضعیف اور کمزور راوی کے بارے میں امام کا کوئی توثیق کا جملہ ملا ہے تو اسکو بھی درخور اعتنا نہیں سمجھا، کیونکہ فن رجال سے ادنی واقفیت والے بھی بخوبی اس امر سے واقف ہیں کہ کوئی بھی ایسا ثقہ (راوی) جس پر جرح کا کوئی کلمہ منقول نہ ہو یا ایسا ضعیف (راوی) جس کو کسی ایک نے بھی ثقہ نہ کہا ہو، کبریت احمر کے مترادف ہے۔۔۔ بایں ہمہ ہم نے توثیق و تضعیف میں جملہ آئمہ جرح و تعدیل اور اکثر ائمہ حدیث کا ساتھ اور دامن نہیں چھوڑا۔ مشہور ہے:

زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو۔ (احسن الکلام۔ ج 1۔ ص 40 طبع دوم)

جناب سر فراز صفدر نے ثقہ اور ضعیف راویوں کی جرح و تعدیل کے بارے میں جو کچھ فرمایا وہ سو فیصد درست ہے، اہل حدیث کو اس سے مکمل اتفاق ہے۔

لیکن اصل مسئلہ دیانت داری سے مذکورہ اصول کو اپنانا اور اس پر عمل کرنا ہے۔ کاش ایسا ہوتا، اور عمل بھی اسکے مطابق ہوتا تو بیشتر فقہی اختلافات ختم ہو جاتے یا ان کی شدت و وسعت ضرور کم ہو جاتی۔

لیکن المیہ یہ ہے کہ تحقیق حدیث کے مسلمہ اصول وضوابط پر فریقین کے اتفاق کے باوجود احادیث کی صحت وضعف پر فیصلہ نہیں ہو پاتا، اور یوں اختلاف کی صورت ختم نہیں ہوتی، وجہ اس کی یہی ہے کہ اصول وضوابط کے انطباق میں جس علمی دیانت، حزبی تعصب سے علیحدگی، اور بارگاہ الٰہی میں جوابدہی کے احساس کی ضرورت ہے اس فریق میں اسکا سخت فقدان ہے اس کے مقابلے میں تقلیدی جمود غالب ہے، جو مسلمہ اصول کو ماننے کے باوجود ان کے اپنانے اور ان کے نتائج کو تسلیم کرنے میں مانع بن جاتا ہے۔ خود جناب سرفراز صفدر نے بھی اپنے بیان کردہ اصول پر عمل نہیں کیا جس کی، مشتے نمونہ از خروارے، کے طور پر ایک مثال پیش خدمت ہے۔

محمد بن اسحاق، جن کو امام المغازی کہا جاتا ہے، ایک ایسے راوی ہیں جن کی توثیق و تضعیف میں بلا شبہ اختلاف ہے جس کی وجہ ان کا تشیع، قدریت، اور تدلیس کے ساتھ متصف ہونا ہے اور ثقہ راوی کا فرق باطلہ کی طرف رجحان محدثین کے نزدیک قابل جرح شمار نہیں ہوتا جیسے خود جناب سرفراز صفدر نے بھی لکھا ہے:

اور اصول حدیث کی رو سے ثقہ راوی کا خارجی یا جہمی معتزلی یا مرجی وغیرہ ہونا اس کی ثقاہت پر اثر انداز نہیں ہو سکتا اور صحیحین میں ایسے راوی بکثرت موجود ہیں۔ (احسن الکلام۔ج1۔ص30)

اور یہ بھی محدثین کے نزدیک مسلّمہ اصول ہے کہ مدلس راوی کی روایت، عن، کے ساتھ ہو، تو مقبول نہیں۔ لیکن جہاں وہ سماعت کی تصریح کردے، تو وہ روایت مقبول اور قابل حجت ہے، بشرطیکہ صحت کی دوسرے شرائط موجود ہوں، اس لئے محمد بن اسحاق کے بارے میں دیانت داری سے یہ دیکھنا ہوگا کہ اکثریت کے نزدیک وہ ثقہ ہے یا ضعیف؟ جیسا کہ جناب سرفراز نے بھی اس اصول کو تسلیم اور بیان کیا ہے کہ اعتبار اکثریت کا ہوگا۔ بنابریں جب ہم یہ دیکھتے ہیں تو محمد بن اسحاق کو ثقہ قرار دینے والے ائمہ و محدثین کی اکثریت ہے اور تضعیف کرنے والے اقلیت میں ہیں۔ جیسا کہ

سرفراز صفدر نے 22۔23۔ اقوال ان پر جرح کرنے والوں کے نقل کئے ہیں۔ ان کے مقابلے میں ان کی توثیق کرنے والے 52 سے زیادہ آئمہ و محدثین ہیں (ملاحظہ ہو جناب زبیر علی زئی کا مضمون: محمد بن اسحاق بن یسار اور جمہور کی توثیق۔ شائع شدہ ماہنامہ الحدیث، حضرو۔ اٹک شمارہ نمبر 71۔ ربیع الثانی 1431ھ) (اسے ہم عنقریب نقل کر رہے ہیں۔ بہاء)

محدثین کے مسلمہ اصول کی روشنی میں، جس کو خود جناب سرفراز صفدر نے بھی تسلیم کیا ہے، محمد بن اسحاق صدوق اور حسن الحدیث قرار پاتے ہیں، جن کی حدیث مقبول اور حجت ہے بشرطیکہ ان کی بیان کردہ روایت میں سماع کی تصریح ہو اور اس روایت میں کوئی شذوذ اور دیگر کوئی علت قادحہ نہ ہو۔

اب محمد بن اسحاق راوی کے بارے میں خود جناب سرفراز کا طرز عمل دیکھیں، ان سے فاتحہ خلف الامام کے مسئلے پر یہ روایت آئی ہے جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (اپنے پیچھے نماز پڑھنے والوں سے ایک مرتبہ) فرمایا:

میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم امام کے پیچھے پڑھتے ہو؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: حفظہ اللہ اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم ہم پڑھتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

اس طرح مت کیا کرو، سوائے سورہ فاتحہ کے (یعنی وہ ضرور پڑھا کرو) کیونکہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی۔ (مسند احمد: 5/ 322 (23125)

اس حدیث سے چونکہ جہری نماز میں بھی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کی فرضیت ثابت ہوتی ہے تو یہاں جناب سرفراز صفدر نے اس حدیث کو رد کرنے کے لئے محمد بن اسحاق کے بارے میں فرمایا:

محدثین اور ارباب جرح وتعدیل کا تقریباً پچانوے فیصد گروہ اس بات پر متفق ہے کہ روایت حدیث میں اور خاص طور پر سنن و احکام میں ان کی روایت کسی طرح حجت نہیں ہو سکتی اور اس لحاظ سے ان کی روایت کا وجود اور عدم وجود بالکل برابر ہے۔

اس کے بعد موصوف نے محمد بن اسحاق کے بارے میں آئمہ جرح وتعدیل کے وہ اقوال جرح نقل کئے ہیں جن سے وہ ضعیف اور مجروح راوی ثابت ہوتے ہیں۔ (احسن الکلام۔ج2، ص70۔72)

اسی محمد بن اسحاق کی ایک روایت جو مستدرک حاکم میں ہے، جس میں حضرت عیسی کے نزول کا ذکر ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بلاشبہ وہ میری قبر پر آئیں گے، حتی کہ مجھے سلام کہیں گے اور بلاشک میں ان کے سلام کا جواب دونگا۔

اس حدیث کو نقل کرکے جناب سرفراز صفدر فرماتے ہیں:

اس صحیح روایت سے بھی معلوم ہوتا کہ عند القبر آنحضرت ﷺ صلاۃ وسلام کا سماع محقق ہے اور آپ کا جواب دینا بھی ثابت ہے اور اس کا انکار صحیح حدیث کا انکار ہے۔ (تسکین الصدور، از سرفراز صفدر، طبع چہارم۔ص340)

